مجلة المحصنات

علمی و تحقیقی رسالہ

ISSN 2523-11 11

شمارہ ۱۰

ہائر ایجوکیشن کمیشن سے منظور شدہ

جون ۲۰۲۲ء

شعبہ تحقیق

جامعات المحصنات پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

ISSN 2523-1111

مجلة المحصنات

علمی و تحقیقی مجلّہ

(اردو۔انگریزی۔عربی)

ہائرایجوکیشن کمیشن سے منظور شدہ

شمارہ:10

جنوری تا جون 2022ء

ڈاکٹر عابدہ سلطانہ

مدیرہ

شعبہ تحقیق - جامعات المحصنات پاکستان

مرکزی دفتر جامعات المحصنات: R-8 بلاک 8 عقب گلشن شمیم فیڈرل بی ایریا کراچی

فون: 0331-3340957 | 021-36320794 | 021-363711244

ویب: www.mohsanat.edu.pk | ای میل: almohsanatresearch@gmail.com

https//www.facebook.com//mohsanat1

مجلس ادارت ومشاورت

مدیرہ:	ڈاکٹر عابدہ سلطانہ
معاون مدیرہ:	شائستہ فخری

ادارتی بورڈ:

ڈاکٹر مولانا ساجد جمیل	شیخ الحدیث- سابق استاد جامعات المحصنات
ڈاکٹر سہیل شفیق	ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی
ڈاکٹر جہاں آراء لطفی	اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زید اسلامک سینٹر کراچی

بین الاقوامی مشاورتی بورڈ:

ڈاکٹر انور اللہ	اسلامک دعوۃ سینٹر برونائی دارلسلام
ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی	ہیڈ آف عربی ڈیپارٹمنٹ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
ڈاکٹر مناظر احسن	اسلامک فاؤنڈیشن انگلینڈ
ڈاکٹر عبدالودود	چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک لرننگ، جاگ ناتھ یونیورسٹی ڈھاکہ
ڈاکٹر سید کفیل احمد قاسمی	چیئرمین شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
ڈاکٹر پرویز ناظر	یونیورسٹی آف کیمبرج انگلینڈ
ڈاکٹر توقیر فلاحی	چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف سنّی تھیالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
ڈاکٹر آصف نوید	ڈائریکٹر اسلامک کلچر انسٹیٹیوٹ، جرمنی
ڈاکٹر مولانا شبیر احمد	پرنسپل آسٹریلین اسکول آف اسلامک انفارمیشن، آسٹریلیا
ڈاکٹر سید عبدالماجد غوری	سینیئر ریسرچ فیلو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کالج، ملائیشیا
ڈاکٹر عالم خان	اسسٹنٹ پروفیسر فیکلٹی آف اصول دین، یونیورسٹی آف ترکی

قومی مشاورتی بورڈ:

ڈاکٹر دوست محمد	ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر پشاور
ڈاکٹر حسام الدین منصوری	سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ کراچی یونیورسٹی
ڈاکٹر عصمت اللہ	چیئرمین شعبہ فقہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
ڈاکٹر حافظ محمد ثانی	چیئرمین ڈیپارٹمنٹ قرآن وسنہ، فیڈرل اردو یونیورسٹی کراچی
ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو	سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، سندھ یونیورسٹی
ڈاکٹر عبید احمد خان	ڈیپارٹمنٹ آف اصول دین، کراچی یونیورسٹی
ڈاکٹر عبدالحیٔ ابڑو	ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر بشیر احمد رند	چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک کلچر، سندھ یونیورسٹی
ڈاکٹر مصعب افتخار	اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف شریعہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
ارشد احمد بیگ	ڈائریکٹر آرگنائزیشنل ڈیولپمنٹ اینڈ سپورٹ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی
پروفیسر ثریا قمر	چیئرپرسن شعبہ اسلامک اسٹڈیز جناح یونیورسٹی برائے خواتین کراچی

مضامین کی اشاعت سے متعلق گزارشات

- مجلۃ المحصنات میں اسلامی ادب وعلوم، تاریخ وتہذیب، تقابل ادیان، فلسفہ، سماجی علوم، سیاسیات ومعاشرت وغیرہ سے متعلق موضوعات پر اردو۔ عربی اور انگریزی میں علمی وتحقیقی غیر مطبوعہ مقالات شائع کیے جاتے ہیں۔
- مضمون نگار اپنی تحریر کے دو نسخے A4 سائز کے کاغذ پر صفحہ کے ایک جانب اردو اور عربی کے مضامین ان پیج پر اور انگریزی کے مضامین ایم ایس ورڈ پر کمپوز کر کے ارسال کریں گے۔ جبکہ ایک نسخہ بذریعہ ای میل بھیجیں۔
- اپنے مضامین درج ذیل ای میل ایڈریس پر فراہم کریں۔

almohsanatresearch@gmail.com

- تحریر ارسال کرتے ہوئے اپنا مکمل نام، خط وکتابت کا پتہ، فون نمبر، ای میل ایڈریس بھی لازماً درج کریں۔
- تحقیقی مقالہ لکھنے کی صورت میں اس کی ابتداء میں 200 الفاظ پر مشتمل خلاصہ (abstract) HEC کے قواعد کے مطابق انگریزی میں تحریر کیجیے۔
- مقالے کا عنوان اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں درج کیا جائے۔
- مجلۃ المحصنات میں مراجع اور حواشی کے لیے APA طریقہ کار اپنایا جائے۔

☆ عابدہ سلطانہ۔ (2019ء)۔ ''عالمِ اسلام کی جدید تحریکیں''۔ رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی۔ ص 49-57

- یہ بات پیشِ نظر رہے کہ مقالہ اس سے پہلے کسی اور مجلّہ یا رسالے میں شائع نہ ہوا ہو۔
- تمام تحریریں ادارے کی طرف سے نامزد کردہ ماہرین کی آراء کے بعد شائع کی جائیں گی۔ نیز ناقابل اشاعت تحریروں کی مصنفین کو واپسی ادارے کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔
- اشاعت کے لیے قبول کیے جانے والے مقالات میں ادارہ ضروری ادارتی ترمیم وتلخیص کا حق محفوظ رکھتا ہے۔
- ہر مضمون نگار/ مقالہ نگار کو شائع شدہ مجلّہ کی ایک کاپی فراہم کی جائے گی۔
- مضامین ومقالہ نگاروں کی آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

زیر اہتمام: شعبہ تحقیق - جامعات المحصنات پاکستان

قیمت فی شمارہ: -/250 روپے

فہرست مضامین

اداریہ	مدیرہ	06
ٹرانس جینڈر پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ ۲۰۱۸ء، پس پردہ حقائق و مضمرات	حاجرہ عزیز	07
مسئلہ حق ملکیت....مغربی و اسلامی طرز فکر کا تقابلی مطالعہ	آمنہ مصطفیٰ	21
عدالتی خلع کی شرعی حیثیت.....تجزیاتی مطالعہ	شہناز کوثر	41
قابل اعتراض اجزائے ترکیبی اور شریعة معیارات ایک تحقیقی جائزہ	سحرین	55

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

الحمدللہ آج ہمارے ہاتھوں میں دسواں مجلۃ المحصنات ہے۔اگر ہم قرآن کا یہ پیغام اپنے سامنے رکھیں تو ہمیں اپنی کاوشوں کا جائزہ لینے میں آسانی ہوگی کہ پروردگار عالم نے ،اپنی سچی کتاب میں ہمیں حکم دیا ہے ''تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے''۔یہی امت مسلمہ کا مقصد ہے۔ابھی اگست کا مہینہ گزرا ہے پاکستان کا قیام بھی اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہوا۔ملک کلمہ پر بنانا ہی ہمارا مقصد حیات تھا لیکن 75 سال گزر گئے ،ہم آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہی آئے۔نہ وہ قرآن وحدیث پر آئین سازی ہوئی ،نہ پاکستان بنانے والوں کی قربانیوں کے بارے میں ملک وقوم کو آگاہ کیا گیا۔

اسلام کے حوالے سے آج نسلِ نو کو فہم دینے کی سخت ضرورت ہے۔پاکستان کی تاریخ سے جوڑنے کی ضرورت ہے تا کہ ملک وقوم کا درد، دل میں پیدا ہو اور ایسے لوگ قلم اٹھائیں جو مقصد زندگی کو سمجھ کر آگے بڑھیں۔ان لوگوں کو مقام دینے کی ضرورت ہے،ان اہل فکر افراد سے لکھوانے کی ضرورت ہے جو علم دوست ہیں اور اسلام کا داعیہ رکھتے ہیں۔وہ اس قوم کو اپنے قلم کے ذریعے جھنجوڑیں، بیداری کا فرض ادا کریں۔تحقیق کے میدان میں سنجیدگی سے قدم رکھیں ۔

اس صورت حال کو بدلنے کی ضرورت ہے کہ دین کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ،نصاب سے قرآن کو نکال دیا اور ہم ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرتے رہے۔پاکستان اسٹڈیز بے معنی ہو کر رہ گئی ،اسلام کے خلاف قانون سازی پر لکھنے والے اپنے قلم بند کر کے بیٹھے ہیں۔اس تمہید سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اب ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس ادھورے کام کو مکمل کریں۔ ہم تعلیمی اداروں کے ذریعے ،قلم کاروں اور تحقیق کاروں کے ذریعے اس کام کو مکمل کریں گے۔

75 سال بے شک گزر گئے ،لیکن اب تعمیر وطن ہوگی ،اب اندھیرے چھٹ جائیں گے اور طلوع سحر کا کام قلم کے دیئے جلانے والے ہی کریں گے۔اب زمانہ علم اور علمیت کا ہوگا۔ان شاءاللہ

آپ سب کے تعاون کی طلبگار

مدیرہ

ڈاکٹر عابدہ سلطانہ

نگراں شعبہ تحقیق

جامعات المحصنات پاکستان

ٹرانس جینڈر پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ ۲۰۱۸ء
پس پردہ حقائق ومضمرات

☆ہاجرہ عزیز

ابتدائیہ :

خالق کائنات نے دنیا میں انواع واقسام کی مخلوقات پیدا کیں۔جس میں اشرف المخلوقات کی حیثیت بنی نوع انسان کو ملی۔اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات میں جنس کے لحاظ سے مذکر اور مونث کی تقسیم فرمائی۔ یہی تقسیم انسانوں میں بھی کی۔ ارشاد ربانی ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآئً ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ ابنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

”لِلّٰہِ مُلکُ السَموٰتِ وَالاَرض یخلُقُ مَا یَشاءُ یَھَبُ لِمَن یَشاء اِنٰثاَ وَ یَھَبُ لِمَن یشاءُ الذُکُور۔اَو یُزَوجُھُم ذکرانا وَ اِنٰثاَ،وَیَجعَلُ مَن یَشاءُ عَقِیماَ اِنه علیم قَدیر۔“(2)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کی جنس میں لڑکے اور لڑکیاں ہوتی ہیں۔یہ جنس کی تقسیم ہی انسان کی نسل کو آگے بڑھانے اور معاشرے کو افراد مہیا کرتی ہے۔

حق وباطل کی کشمکش ازل سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی۔اس کشمکش میں دورِ حاضر میں مغربی تہذیب

☆ لیکچرر، جناح یونیورسٹی فار ویمن، کراچی

کا سب سے بڑا ہدف مسلم معاشرے کی اہم اکائی خاندان ہے۔مغرب نے اپنی تہذیب اور تمدن کو مسلم معاشروں میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر پھیلانے کی کوشش کی۔لیکن ہر بار ان کو مزاحمت اور سو فیصد کامیابی کبھی نہ مل سکی۔خاندان کی اکائی کو توڑنے اور تباہ کرنے کے لیے مغرب نے ہر کچھ عرصے بعد نئے پرفریب نعروں کے ساتھ مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔مساوات مرد و زن، فیمن ازم،آزادی نسواں کے نعرے کے ساتھ خاندان کی اہم اکائی یعنی شوہر اور بیوی کے درمیان دائرہ کار کا جھگڑا کھڑا کیا۔

اسلام پر عمل پیرا معاشروں میں معدودے چند مقامات کے سوا، ہر بار مغرب کو خاطر خواہ نتائج نہ ملے اور ہر بار وہ ایک نئے نعرے کے ساتھ سامنے آیا۔عورت اور مرد کی تخصیص اور حقوق سے کام نہ چل سکا تو اس کی شکل بدل کر خواجہ سرا (مخنث افراد) کے حقوق کی آڑ میں ایک نیا فتنہ سامنے آیا۔جس کے سہارے مسلم معاشرے میں بے راہ روی، بے حیائی اور خاندان کی بربادی کا پروانہ ہے۔

دنیا میں مخالف جنس کے علاوہ ہم جنس فراد کو بھی باہم شادی کے بندھن میں باندھنے کے قوانین بنائے گئے ہیں۔یہ فیصلے غالب اکثریت کی رائے کو اختیار کرتے ہوئے کیے گئے۔لیکن مسلم دنیا نے اس عمل کو خلاف شریعت، مسلم تہذیب و تمدن اور قرآن و سنت سے متصادم قرار دیتے ہوئے اس قانون کو رد کیا۔بد قسمتی سے اسلامی جمہوریہ پاکستان نے خواجہ سراؤں کے حقوق کی آڑ میں ٹرانس جینڈر کے لیے راہ ہموار کرنے کی داغ بیل ڈالی ہے۔

ٹرانس جینڈر پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ ۲۰۱۸ء بظاہر خواجہ سرا افراد کے حقوق کے لیے بنایا گیا ہے لیکن اس میں مستعمل الفاظ ہم جنس پرستوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ٹرانس جینڈر پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ ۲۰۱۸ء :

پاکستان کی مقننہ کے چند افراد نے ۲۰۱۸ء میں بل پیش کیا جس میں خواجہ سرا افراد کے لیے انسانی حقوق کی بات کی گئی۔یہ بل مئی ۲۰۱۸ء میں خواجہ سرا افراد کے حقوق کا ایکٹ Transgender Persons(protection of Rights) Act, 2018 منظور ہو کر ملکی قانون کا حصہ بنا۔اس ایکٹ کے الفاظ یہ ہیں:

"In short title extent and commenecement This act may be called the Transgender Persons(Protection of Rights) Act 2018"Recognition of identity of Transgender person.

(1) A transgender person shall have a right to be recognized as per his or her self-perceived gender identity,as such,in accordance with the provisions of this Act.
(2) A person recognized as transgender under sub-section (1) shall have a right to get himself or herself registered as per self-perceived gender identity with all government departments includtng, but not limited to NADRA.
(3) Every Transgender person,being the citizen of Pakistan,who has attained the age of eighteen years shall have the right to get himself or herself registered according to self-perceived gender identity with NADRA on theCNIC, CRC, Driving Licence and passport in accordance with the provisions of the NADRA Ordinance, 2000 or any other relevant laws.
(4) A Transgender person already issued CNIC by NADRA shall be allowed to change the name and gender according to his or her self perceived identity on the CNIC,CRC,Driving Licence and passport in accordance with the provisions of the NADRA Ordinance, 2OOO. (3)

ٹرانس جینڈر بل کے نقائص:

۱۔ ٹرانس جینڈر ایکٹ میں پہلا سقم اس کے ٹائٹل میں موجود مستعمل لفظ ٹرانس جینڈر (Transgender) ہے۔

۲۔ اسی کے ذیل میں Self Perceived کی شرط کا ذکر۔ کہ کوئی بھی شخص جو اپنی مرضی سے خود کو کسی بھی وقت یا اٹھارہ سال کی عمر میں شناختی کارڈ بناتے وقت , اپنی بچپن میں متعین کی گئی جنس کو تبدیل کر سکتا ہے۔

۳۔ ایکٹ میں موجود تبدیلی جنس کی درخواست کو بغیر کسی طبی معائنے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

معروف تعریفات:

جنس اور اس سے متعلق مختلف الفاظ کے معانی کو سمجھتے ہیں۔ لفظ جنس کی تعریف انگریزی زبان میں اس طرح کی جاتی ہے:

"Gender is largely determind by the sex of the object for which the word stands"

"Living things are classed as male or female and things without life as heuter or said to belong to the masculine, the sexless. In the same way word are feminine,or the hejter gender.(4)

اس تعریف کی رو سے جنس میں مرد، عورت اور خواجہ سرا کے معانی پائے جاتے ہیں۔ خواجہ سرا یا انٹرسیکس (Intersex) کی تعریف انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:

Intersex:

"An organism having physical characteristics intermediate between a true male and a true female of its species, sometimes being a mosaic of sexual parts or male on one side and female on the other. the condition usually results from extra chromosomes or a hormonal abnormality during embryological development. (5)

اردو لغت میں Intersex کے لیے 'مخنث' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (اردو لغت تاریخی اصولوں پر) میں مخنث کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

''ایسا شخص جو رجولیت سے محروم ہو۔ نا مرد، زنانہ، زنخا، ہیجڑا۔ ایسا شخص جس میں مرد و عورت دونوں کی صفات ہوں۔ دو جنسیا'' وہ عورت جس میں مخالف جنس کے آثار نمایاں ہوں'' ۔(6)

عربی زبان میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے: فرد یکتشف عن خصائص الذکور و الانوثۃ معاً۔(7)

انٹرسیکس اور مخنث کی تعریفات میں یہ لفظ عام ہے کہ ایسا فرد جس میں مرد وعورت دونوں کی خصوصیات ہوں۔ مذکورہ

تمام انسائیکلو پیڈیا اور لغات میں ٹرانس کا لفظ کہیں نظر نہیں آیا۔ جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ انسانی اختراع ہے جو بعد میں گھڑ لی گئی ہے۔

ٹرانس جینڈر بِل کے پس پردہ حقائق:

چند سال قبل ایل جی بی ٹی کے زیر اثر این جی او نے الفاظ کی ہیر پھیر کر کے ٹرانس جینڈر کے باہم نکاح کی شرعی حیثیت سے متعلق فتویٰ لیا۔ اس فتوے کو ڈیلی ڈان سمیت عالمی سطح پر پذیرائی دی گئی۔ ڈیلی ڈان (Daily Dawn) کے صفحہ اول پر باقاعدہ شہ سرخی کے ساتھ لکھا ہے Fatwa Allows Trangender Marriage لاہور سے خبر شائع کرتے ہیں:

"At least 50 clerics affiliated with a little known Tanzeem Ittehad-i-Ummat have issued a fatwa (religious decree) that a marriage with a trangender person is lawful". (8)

مزید تفصیل میں واضح الفاظ کے ساتھ حقیقتاً مرد اور عورت کے لیے ٹرانس جینڈر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ درج بالا خبر کے آخری جملے میں ایسی شادی کے جواز کا فتویٰ ظاہر کیا جا رہا ہے جس کو مغربی ممالک نے جائز قرار دیا۔ ایک ٹرانس جینڈر فرد جو پیدائشی مرد ہوتے ہوئے خود کو عورت قرار دے تو ایسی عورت (حقیقتاً مرد) کا نکاح اس فتوے کی رو سے دوسرے مرد سے جائز مانا جائے گا۔ عورت جو خود کو مرد قرار دے۔ ایسے مرد (حقیقتاً عورت) کا نکاح عورت سے جائز مانا جائے گا۔ حالانکہ مذکورہ فتوے سے متعلق یہ خبر بھی سامنے آئی ہے کہ اس میں موجود مفتیان کرام میں سے تین کے علاوہ دیگر افراد افتاء کے منصب پر نہیں ہیں۔ (9)

مفتی منیب الرحمان اپنے امریکہ کے سفر کی روداد میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد سے ملاقات کے احوال میں لکھتے ہیں کہ:

''ہم جنس پسندوں کے ایل جی بی ٹی گروپ نے، بعض عالمی ذرائع ابلاغ پر مذکورہ بالا فتوے کو اپنی فتح سے تعبیر کیا اور کہا کہ مسلم علماء نے ماورائے صنف افراد Transgender کے حقوق تسلیم کر لیے ہیں''۔ (10)

ڈاکٹر فرید پراچہ لکھتے ہیں:

"چوں کہ ایسے قوانین کے پیچھے بیرونی عطیات پر چلنے والی این جی اوز ہوتی ہیں اور وہ غیر ملکی ایجنڈے لے کر چل رہی ہوتی

ہیں اس لیے بظاہر خواجہ سراؤں کے حقوق کے تحفظ کے اس ایکٹ میں دو ایسی کلاز رکھی گئیں جس سے اس قانون کے اصل مقاصد پس منظر میں چلے گئے۔ اور خواجہ سراؤں کے بجائے یہ قانون ہم جنس پرستوں کے تحفظ کا قانون بن گیا۔ ('11)

اس قانون کو پاکستان میں قبولیت کی سند دینے کے لیے مختلف افراد کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر محرب معیز اعوان ایل جی بی ٹی (LGBT) کے ایجنڈے کو عام کرنے میں پیش پیش ہے۔ جس نے اپنی ایک ویڈیو میں باقاعدہ اعتراف کیا کہ وہ اور اس طرح کے افراد پاکستان میں ہم جنس پرستی کو عام کروا رہے ہیں۔ (12)

پاکستان میں اس ایجنڈے پر کام کرنے والے یہ افراد سوشل میڈیا پر اس دن کو مناتے ہوئے نظر آئے ہیں۔ ایسے افراد حقیقی خواجہ سرا افراد کے حقوق کی آڑ میں مغربی ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں سے ان کا حقیقی چہرہ سامنے آتا ہے۔ بل کے پاس ہونے کے بعد ٹرانس جینڈر افراد نے قانون کا سہارا لیتے ہوئے اپنی جنس کو تبدیل کیا۔ اعداد و شمار کے مطابق: 2018ء کے بعد سے تین سال میں نادرا کو جنس تبدیلی کی قریباً 29 ہزار درخواستیں موصول ہوئیں۔ ان میں سے 16530 مردوں نے اپنی جنس عورت میں تبدیل کرائی جب کہ 15154 عورتوں نے اپنی جنس مرد میں تبدیل کرائی۔ خواجہ سراؤں کی کل 30 درخواستیں موصول ہوئیں جن میں 21 نے مرد کے طور پر اور 9 نے عورت کے طور پر اندراج کی درخواست کی۔ (13)

ان درخواستوں میں حقیقی خواجہ سرا افراد ۲۹ ہزار میں سے صرف تیس ہیں۔

ایل جی بی ٹی LGBT کے معانی:

ایل جی بی ٹی در حقیقت ایک تنظیم کا نام ہے جو ہم جنس پرستوں کے حقوق کے لیے عالمی سطح پر سرگرم عمل ہے۔ یہ حروف Lesbian,Gay,Bisexual,Transgender کا مجموعہ ہیں۔ Lesbian سے مراد وہ عورتیں جو مرد کے برعکس عورت سے تعلق رکھتی ہو۔ Gay ایسا مرد جو، عورت کے برعکس اپنی خواہش کے لیے مرد کے پاس جاتا ہو۔ Bisexual یہ وہ مرد یا عورت ہیں جو مرد اور عورت دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ Transgender ایسا شخص، جو پیدائشی طور پر طبی لحاظ سے مرد ہو لیکن بلوغت کے بعد یا زندگی کے کسی لمحے ان کو احساس ہو جائے کہ در حقیقت وہ مرد نہیں بلکہ ایک عورت ہے۔ اور عورت اس کے برعکس احساس رکھے۔ یہ بنیادی طور پر ذہنی الجھاؤ gender dysphoria کا شکار لوگ ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ مزید نئی اصطلاحات بھی ان میں پائی جاتی ہیں مثلاً queer یعنی وہ فرد جو اپنی جنس سے متعلق شش و پنج میں مبتلا ہو۔ اس طرح یہ اصطلاح LGBTQ ہو جاتی ہے اور انٹرسیکس جو اصل خواجہ سرا ہیں ان کو شامل کر کے اسے LGBTQI کہا جاتا ہے۔لیکن خود اس تنظیم کے افراد کا queer اور intersex پر اعتراض ہے کہ وہ اس کو اپنی چھتری تلے آنے نہیں دیتے۔ (14)

ہم جنس پرستی کی شناعت:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی اور افراد کی ہٹ دھرمی کا سبب قوموں کو ہلاکت کی جانب لے گیا۔قرآن پاک میں جا بجا قوموں کی ہلاکت کا ذکر الٰہی قانون کے توڑنے پر آیا ہے۔نفسانی خواہش کو حلال رشتے کے بجائے حرام میں تلاش کرنے والوں کے لیے رجم اور کوڑوں کی حدود موجود ہیں لیکن ہم جنس افراد کے باہم ایسے شنیع فعل کی شناعت کے پیش نظر اس کی سزا اللہ خود دیتا ہے۔قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر قرآن میں بیان ہوا ہے:

وامطرنا علیھم مطرا فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین۔(15)

’’اور ہم نے ان پر ایک بارش (پتھروں کی بارش) برسائی تو دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا‘‘۔

نبی مہربان ﷺ نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر جن گناہوں کا خطرہ ہے ان میں سب سے زیادہ عملِ قوم لوط میں مبتلا ہونے کا ہے (16)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قومِ لوط کا سا عمل کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

بل میں موجود نقائص کی وضاحت:

ٹرانس جینڈر ایکٹ میں پہلا نقص اس کے ٹائٹل میں لفظ ٹرانس جینڈر کا استعمال ہے لہذا پہلے اس لفظ کو لغات میں تلاش کرتے ہیں۔لفظ Transgender ایک نئی اصطلاح ہے جو انیسویں صدی کے بعد آکسفورڈ ڈکشنری کا حصہ بنی۔

Describing or relating to people whose gender identity does not match the sex they were said to have at birth.(7)

مزید وضاحت میں:

Relating to transsexuals and transvestite transgender issues gays, lesbians bisexuals, and transgender people".(18)

اس تعریف میں لفظ ٹرانس جینڈر میں ایسے تمام افراد آ گئے جو LGBTQ کی تنظیم سے وابستہ یا اس جیسا عمل کرنے کے مرتکب ہیں۔

ٹرانس جینڈر کی تاریخ پر مختصر نظر:

ٹرانس جینڈر کی اصطلاح ۱۹۱۰ کے بعد سامنے آئی۔ یہ لفظ ٹرانس وسٹائٹ (transvestite) سے ترقی کا سفر طے کرتے ہوئے ۱۹۷۱ میں ٹرانس جینڈر کے طور پر سامنے آیا۔ معروف اخبار دی گارجین (the guardian) میں پروفیسر اسٹیفن وسل (Prof Stephen Whittle) مضمون بنام (A brief history of transgender issue) میں لکھتے ہیں:

لفظ transvestite سب سے پہلے جرمن ماہر جنسیات (sexologist) میگنس ہرشفیلڈ (Magnus Hirschfield) نے ۱۹۱۰ء میں استعمال کیا۔ بعد ازاں ۱۹۴۹ میں transsexual، پھر ۱۹۷۱ میں transgender کا لفظ بنا۔ ۱۹۶۹ سے قبل تک ٹرانس (trans) نہیں تھا۔ (19)

اس لفظ کی ترقی کا یہ سفر ہی اس فتنے کا آغاز ہے، اس میں ہونے والی تبدیلی اور دنیا میں ایک نیا گروہ سامنے آنے کی خبر دیتا ہے۔ ماقبل اس کے دنیائے مغرب میں بھی اس غیر فطری عمل پر برطانیہ سمیت کئی ممالک میں اس پر سزا اور جرمانہ عائد کیا جاتا رہا ہے۔ ہر ایسے قانون کو رد کیا گیا جس میں دو ہم جنس افراد کا تعلق بنتا ہو یا مرد ہو کر عورت کے سے افعال، رویہ یا حلیہ رکھے یا عورت اس کے برعکس کرے۔ یو کے میں ۱۸۸۵ میں ایسے تمام افعال اور سرگرمیوں کو غیر قانونی قرار دیا گیا:

"In 1885 the Criminal Law Act was passed in the UK, which made all homosexual behaviour illegal. Similar laws were put in place throughout Europe during this period. When homosexuality was made illegal, those suspected of it - such as Oscar Wilde - could face imprisonment and hard easy targets of labour for up to two years. People who

cross-dressed became the law because they were associated, in the public mind, with homosexual subculture".(20)

2013 میں زمبابوے میں ہم جنس افراد کا آپس میں شادی کرنا ممنوع اور غیر قانونی قرار دیا گیا:

"Zimbabwe approved a new Constitution, article 78(3) of which provides that: “Persons of the same sex are prohibited from marrying each other. Same-sex sexual activity is prohibited under the Criminal Law Act 2006, which criminalises acts of ‘sodomy’. This provision carries a maximum penalty of one year imprisonment and a fine. Only men are criminalised under this law.

انڈونیشیا نے ٹرانس جینڈر افراد کے بیوٹی سیلون کو بند کروایا۔

Earlier this year, police in Indones arrested 12 individuals perceived to be transgender women and shut down five beauty salons where they worked. To subject them to further humiliation, the police also cut their hair and forced them to wear men’s clothes.

ملائیشیا میں وزیر اعظم کے معاون کو LGBTI کے حقوق کے لیے سرگرم عمل ہونے پر وزارت کے عہدے سے ہٹایا گیا:

In Malaysia, an aide to a minister was forced to step down from his governmen against him due to his activism for LGBTI position after a vicious campaign rights.(21)

2014 میں ٹرانس جینڈر افراد کو خواتین کا واش روم استعمال کرنے پر بھاری جرمانے اور دو دن قید کی سزا دی گئی۔

"In January,a transgender activist was arrested after entering a female toilet. She was forced to strip and examined by doctors. She was

charged with ‘criminal nuisance’ after spending two nights in jail, but the charges were dropped.

زمبابوے کے صدر موگھابے نے جنرل اسمبلی میں اس نئے حقوق کو اپنے ملک کی اقدار وروایات اور عقائد کے خلاف قرار دیتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ:

In 2015, Mugabe declared to the UN General Assembly that Zimbabwe rejects attempts to proscribe “new rights” contrary to its values, norms, traditions, and beliefs. “We are not gays!”, he asserted. In 2013, he stated that gays were “worse that dogs and pigs”, and threatened to behead them.(22)

Self Perceived Identity اور طبی معائنہ:

جس طرح انسان دیگر امراض کے لیے طبیب کے پاس جاتا ہے اور ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق وہ اپنا معائنہ ہر طرح سے کراتا ہے تاکہ بیماری کا علاج ہوسکے۔اس طرح یہ طبی معائنہ کرانا حقوق انسانی کے خلاف نہیں۔محض اپنی خام خیالی اور ذہنی معذوری پر خود کو قدرت کی عطا کی ہوئی شناخت سے ہٹ کر کسی اور جنس میں رجسٹر کرنا ماورائے عقل قانون ہے۔عام زندگی میں کسی مرض کی علامات ظاہر ہونے پر کوئی فرد خود سے فیصلہ لے کر ادویات اور علاج نہیں کرتا جب تک کہ ڈاکٹر سے رجوع کر کے مکمل معائنہ،ٹیسٹ اور تحقیقات نہ کرلے مگر یہ عجب معاملہ ہے کہ ایک انسان اپنی اصل شناخت کے بارے میں شش وپنج میں مبتلا ہوجائے تو اسے خود یہ فیصلہ کرنے کی مکمل اجازت دی جائے اور اس معاملے میں کسی معائنے کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا جائے۔

ایسے ہی میڈیکل ایگزامنیشن کے ذریعے ان معذور افراد کے مسائل کو حل کیا جائے گا نہ کہ ان کو اس معذوری کے ساتھ زندگی بھر رہنا پڑے۔بنیادی انسانی حقوق اللہ نے تمام انسانوں کو عطا کیے ہیں۔لیکن ایک گروہ کے حقوق کی آڑ میں کروڑوں افراد کے حقوق انسانی کو مجروح کرنا عقلمندی نہیں ہے۔جس مغرب سے یہ سوچ لائی گئی ہے وہاں تبدیلی جنس کے خواہاں افراد کو دو سال کا وقت دیا جاتا ہے کہ خود کو کسی جنس میں رجسٹر کرانے سے قبل اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔

زمبابوے سمیت کئی ممالک میں میڈیکل بورڈ کی تصدیق لازمی ہے۔
پاکستان اس وقت دنیا کا واحد ملک ہے جس میں ایک شخص کسی بھی وقت اٹھ کر اپنی ذہنی اختراع اور نفس کی خواہش پر لمحوں میں اپنی جنس تبدیل کر سکتا ہے۔جس میں کسی میڈیکل بورڈ ،حکومت کی منظوری کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔
ایمنسٹی انٹرنیشنل ٹرانس جینڈر بل کو پاکستان کے لیے اہم سنگِ میل قرار دیتا ہے:

"Pakistan has an opportunity to be a pathbreaker. The timing could not be erupted across the United States more perfect.In October this year,protests .when President Donald Trump threatened the rights of transgender people".(23)

اس رپورٹ میں پاکستان پر یہ ظاہر کیا گیا کہ اس بل کے ذریعے پاکستان کے پاس بہت اہم موقع ہے کہ وہ اپنے سابقہ منفی شناخت کو مثبت میں تبدیل کر کے ٹرانس جینڈر کے حقوق میں دنیا(مسلم دنیا) کے لیے قابل تقلید بن سکتا ہے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا: "نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام، وان اتبعنا العزہ بغیرہ اذلنا اللہ"(24)
اگر کوئی پاکستان کے وقار، اس کی عزت اور کامیابی کو اسلام کے علاوہ کسی اور نظام اور قانون میں دیکھتا ہے تو یہ دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں۔

خلاصہ:

پاکستان اسلامی نظریاتی ملک ہے۔اس ملک کے قوانین قراردادِ مقاصد کے تحت الٰہی قانون کے تابع ہوں گے۔ کوئی قانون اسلامی قوانین سے ٹکرائے گا یا اس کے اصولوں کو توڑ کر بنایا جائے گا تو وہ قابل قبول نہیں۔
ٹرانس جینڈر میں موجود دو سقم (لفظ ٹرانس جینڈر اور بغیر طبی معائنے کے جنس کی تبدیلی) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اساسی اصولوں سے متصادم ہیں لہذا جب تک اس قانون میں تبدیلی نہیں کی جائے گی اس وقت تک محض عالمی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اس بل کو پاکستان کے قانون کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔شواہد اور واقعات سے بات واضح ہے کہ اس بل کے پسِ پشت مغرب کی سازش ہے۔خاندان کی اکائی کو توڑنے اور مسلمانوں کے نظام خاندان کو برباد کرنے کے لیے ایسے قوانین کو بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔حالاں کہ خواجہ سرا افراد کے حقوق کے لیے قوانین بنانا اور اس کو قابل عمل بنانا انسانیت کی

تکریم کا لازمی تقاضہ ہے۔ معاشرے کے خاص افراد کو ان کے حقوق دلوا کر کئی افراد کو پاکستان کا معزز اور کارآمد شہری بنایا جا سکتا ہے۔ اس بل میں بنیادی طور پر درج ذیل تبدیلی کر کے خواجہ سرا (intersex) خنثیٰ کو ان کے حقوق مل سکتے ہیں۔

۱۔ لفظ ٹرانس جینڈر کو اس ایکٹ کے ٹائٹل اور مندرجات سے ختم کر کے اس کی جگہ انٹرسیکس (خواجہ سرا) لکھا جائے۔

۲۔ جنس کی تبدیلی کے دعوے دار کے لیے طبی معائنہ لازمی قرار دیا جائے۔

یہ دونوں شرائط بالکل واضح اور آسان ہیں جس سے اس متنازعہ قانون کو حقیقی خواجہ سرا افراد کے برعکس ان کے حقوق کی آڑ میں عالمی تنظیم ایل بی جی ٹی کے راستے کو روکا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات:

1. النساء:۱
2. الشوریٰ:۵۰۔۴۹
3. Ihttps://www.icj.org/wp-content/uploads/2020/03/Pakistan-Transgender-Advocacy-Analysis-brief-2020-ENG.pdf
4. The World Book Encyclopedia, Field Enterprises Educationa Corporation(USA),Vol8,G,Page # 81)
5. The New Encyclopedia Britannica ,Micropedia, Vol:v , 15th Encyclopedia Britannica, Inc., William Benton Publisher, 1943-1973, Hemingway Benton, Publisher,1973-1983,USA,page# 395
6. (اردولغت (تاریخی اصولوں پر) اردولغت بورڈ کراچی، وفاقی وزیر تعلیم، حکومتِ پاکستان کا خودمختار ادارہ، جلد ہفت دہم، ص: ۶۴۳)
7. (المورد، منیر البعلبکی، قاموس انکلیزی عربی، دارالعلم للملایین۔ بیروت، ۱۹۸۶، ص:۶۷۴)
8۔ Daily Dawn,27 june 2016,monday
9۔ دارہ ترجمان القرآن، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، اگست ۲۰۱۹ء، ص ۷۸
10۔ مفتی منیب الرحمان، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، اگست ۲۰۱۹ء، ص ۷۸
11۔ https://www-neonetwork-pk.translate.goog/12-Sep-2022/
12۔ https://youtu.be/fSGcl-Y63ag
13۔ https://www-neonetwork-pk.translate.goog/12-Sep-2022/
14۔ بحوالہ ویکیپیڈیا: ایل جی بی ٹی کے مکمل تعارف کے لیے ملاحظہ کریں۔
tps://en.wikipedia.org/wiki/LGBT

15۔ الاعراف ۸۴

16۔ جامع ترمذی: حدیث نمبر ۱۴۵۷

17۔ https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/english/transgender

.18 https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/american_english/transgender

19۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں۔ https://amp.theguardian.com/lifeandstyle /
/2010/jun02/brief-history-transgender-issues

20۔ https://propakistani.pk/2022/09/21/saudi-arabia-wants-to-hire-more-pakistanis-with-skill-verification-program/

21 https://www.amnesty.org/en/latest/news/2019/01/with-transgender-rights-pakistan-has-an-opportunity-to-be-a-path-breaker

. 22 https://www.humandignitytrust.org/country-profile/zimbabw,16/9/2022

23۔ https://www.amnesty.org/en/latest/news/2019/01/with-transgender-rights pakistan-has-an-opportunity-to-be-a-path-breaker

24 ۔ ڈاکٹر خالد عرفان ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان ، ج۔۱، ص:xxi

مسئلہ حق ملکیت

مغربی و اسلامی طرزِ فکر کا تقابلی مطالعہ

☆ آمنہ مصطفیٰ

ابتدائیہ:

تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ انسان کا معاشی مسئلہ روئے زمین پر اس کے ظہور کے ساتھ ہی معرض وجود میں آ گیا تھا، احتیاجات وضروریات اس کی فطرت کا جزو لاینفک ہیں تسکین انسانی کا سامان خالق کائنات نے کائنات کے شش جہت میں رکھ دیا ہے اور سنت یہ مقرر فرمادی ہے کہ سعی وجہد سے ہی انسان کو ان خزانوں تک رسائی حاصل ہوگی، اس میں انسان کے لیے آزمائش ہے کہ کون وسائل زیست کے حصول کی جائز جدوجہد کر کے رضائے رب حاصل کرتا ہے(ومن تبع ھدی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون) (البقرۃ:38) اور کون اللہ رب العزت کی نافرمانی کر کے مرض کا بندہ بن کر تنگی زیست اور ضیق معیشت کا شکار بنتا ہے۔

(ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا) (طٰہٰ:124) لیکن اس کے برعکس جدید معاشی نظام مغرب کے مادہ پرستانہ ماحول کا پجاری ہے افادیت پسندی کا زہر معاشی نظام میں سرایت کر گیا ہے، ایک طرف معاشی جدوجہد کو قلت وسائل کا سامنا، دوسری طرف زیادہ سے زیادہ منفعت کا لالچ، اس کے نتیجے میں چند ظالم وجابر، جائز وناجائز طریقے سے خوشحالی حاصل کر رہے ہیں۔سودی نظام، نے بدامنی، عدم تحفظ، ظلم وناانصافی پیدا کر کے انسان کو لطف حیات سے محروم کر دیا ہے۔اس کے برعکس اسلام نے معاشی مسائل کا حل اس انداز میں پیش کیا ہے کہ جس کی فکر توحید، رسالت اور آخرت سے مستحکم ہے اس کا منبع قرآن وسنت ہے یہ اخلاقی اقدار دائمی اور آفاقی ہیں۔یہ ایسا منظم نظام ہے جس سے انفرادی اور اجتماعی طور پر حقیقی فلاح

☆ ریسرچ اسکالر، جامعۃ المحصنات لاہور

کا حصول مقصود ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت:

حق ملکیت کا مسئلہ یہ دور حاضر کے چند مہتم بالشان مسائل میں سے ایک ہے۔حق ملکیت کے حوالے سے مغربی چالوں نے اتنا اثر ڈالا کہ حقیقت اختلافات کے نیچے دب گئی ہے، ایک طرف انفرادی ملکیت کی سرمایہ دارانہ شکل کی تائید ہے دوسری طرف قومی ملکیت کے اشتراکی تصور کی وجہ سے مسلم معاشرے کے سادہ لوح لوگوں کو اسلام کے اصل تصور کو سمجھنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ اسلام کے اصل اصول حق ملکیت اور وسائل معیشت کے حوالے سے باطل نظریے کی مکمل تردید ونقصانات کی آگاہی عوام الناس کے لیے بہت اہم ہے۔

عام طور پر اسلامی نظام معیشت اور سرمایہ دارانہ نظام کو مساوی تصور کیا جاتا ہے کہ دونوں نظاموں میں نجی ضرورت کی اشیاءاور ذرائع پیداوار پر افراد کی ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے اسلام ایک معتدل دین ہے جس نے کسب حلال کو اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے، اپنی روزی خود کمانے کی تلقین وتاکید فرمائی ہے۔ دین اسلام نے ہر قسم کی ملکیت کا ایک معیار مقرر کردیا ہے کہ جس کے پاس بھی اس معیار سے زیادہ دولت ہے تو وہ اس سے ہر سال زکوۃ کا لازمی حصہ نکالے، یہی اسلامی معیشت کا حسین وعظیم الشان انقلابی باب ہے۔ اسلامی معیشت کا بنیادی اصول ہے کہ ہر قسم کی املاک افراد کے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ اس امانت کا کسب وحصول رب کی مرضی کے مطابق ہی ہوسکتا ہے۔ حرام اور ناجائز وسائل وذرائع کا شریعت نے خود تعین فرمادیا ہے، اور ایسی املاک پر فرد کے حق ملکیت کو وہ تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اسی طرح حلال ذرائع سے حاصل کردہ املاک پر تصرف بھی منشاء خداوند تعالیٰ کیا جاسکتا ہے۔ شریعت اسلام سے روگردانی کرکے کسی ملکیت سے ذاتی ضروریات کی تسکین یا کاروباری اغراض کے لیے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نظام سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے تحت نافذ ہونے والے حق ملکیت سے یکسر مختلف ہے۔ اس نظام میں ملکیت کے اکتساب اور استعمال دونوں پر افراد کے مطلق حق کو تسلیم کیا جاتا ہے اور یہیں سے معاشی ناہمواریاں، دولت کی نامنصفانہ تقسیم اور امراء وغرباء کی طبقاتی کشمکش جیسے عوارض جنم لیتے ہیں۔ جبکہ اسلام ایسا معتدل ومتوازن نظام پیش کرتا ہے کہ زر، امراء کی قید سے نکل کر اس طرح گردش کرے کہ امراء کے ساتھ غرباء بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ اس اصول کی تعلیمات قرآن مجید کی اس آیت بینہ سے ملتی ہے:

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ"(۱)

مفہوم ملکیت نصوص کی روشنی میں:

ملکیت عربی زبان کا لفظ ہے جو لفظ "ملک" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مالک ہونا۔ اگر انسان، کائنات اور حیات کا مطالعہ کیا جائے تو ملکیت کا بہترین تصور سامنے آتا ہے اور دین مبین اسلام وہ دین ہے جو اس تصور کی اصل حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے قبضہ قدرت اور ملکیت وتصرف میں ہے۔ حضرت انسان کے پاس جو وسائل معیشت ہیں وہ سب اللہ رب العزت کے پیدا کردہ ہیں اسی لیے اللہ تعالی کتاب مبین میں ارشاد فرماتا ہے:

"سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (85) قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (86) سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (87) قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (88) سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ" (89) (۲)

فقہاء امت نے ملکیت کی بہت سے تعریفیں تحریر فرمائی ہیں لیکن ہم یہاں اختصار کے ساتھ چند ایسی تعریفات پیش کریں گے جو تمام اہل علم ودانش کے نزدیک درست ہیں۔ حضرت "امام ابن ہمام" اپنی کتاب "فتح القدیر" میں ملکیت کا مفہوم یوں درج فرماتے ہیں:

"ملکیت اس قدرت کو کہتے ہیں جو انسان کو اپنی مملوکہ شے میں تصرف کے وقت از روئے شرع حاصل ہو مگر یہ کہ کوئی مانع موجود نہ ہو" (۳)

اسطرح مشہور فقیہہ "حضرت علامہ ابن نجیم" اپنی مشہور ومعروف کتاب "الاشباہ والنظائر" میں ملکیت کا مفہوم کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"الملک قدرة یثبتها الشارع ابتداءً علی التصرف الا لمانع" (۴)

"ملکیت شے مملوکہ میں ابتدا اس تصرف کرنے کا نام ہے جس کا منبع شارع کا اذن اور اجازت ہو مگر یہ کوئی مانع موجود ہو"۔

اہل علم نے مانع کی تشریحات دو لحاظ سے کی ہیں۔ ایک تشریح کا تعلق مالک کے ساتھ ہے اور دوسری کا تعلق مالک کے علاوہ دیگر افراد کے ساتھ ہے۔ مالک کے لیے اس کا جنون مانع ہے اور دوسری صورت میں دیگر افراد کا ضرر مانع ہے کہ مالک کو کسی ایسے تصرف کا اختیار نہیں ہے جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہو اس کی جامع وبہترین وضاحت مولانا مجیب اللہ ندوی نے اپنی مایہ ناز کتاب اسلامی فقہ میں کی ہے۔

"اپنی ملکیت کے تصرف اور انتقال میں آدمی اس وقت تک آزاد ہے جب تک دوسرا مانع نہ ہو یعنی وہ حق استعمال دوسروں کے لیے مضر نہ ہو'۔(۵)

مولانا مجیب نے مانع سے مراد مالک کے علاوہ دیگر افراد کو لیا ہے، جیسے کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودے اور اس سے دوسروں لوگوں کو گزر بسر کے حوالے سے تکلیف ہو تو حاکم وقت مالک کو اس طرح کے تصرف سے روک سکتا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی ملکیت کی تعریف نہایت احسن انداز میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ملکیت کسی شے کے اس طرح خاص کر دینے کو کہتے ہیں جو غیر کو اس شے سے روکے اور مالک کے لیے ابتداء اس میں تصرف کرنا ممکن ہو مگر یہ کہ کوئی مانع موجود نہ ہو"(٦)

سادہ الفاظ میں ملکیت یہ ہے کہ کوئی چیز کسی کے ساتھ اس طرح خاص ہو جائے کہ کوئی دوسرا پھر اس میں تصرف نہ کر سکے اور وہ چیز مالک کے ساتھ اس طرح خاص ہو جائے کہ مالک شرعی حدود کے اندر رہ کر جس طرح خرچ کرنا چاہے کر سکے۔

مانع تصرف اسباب کون سے ہیں؟

صاحبِ ہدایہ مانع تصرف کے اسباب تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الاسباب الموجبة للحجر ثلثة الصغر، الرق و الجنون فلایجوز تصرف الصغیر الا باذن ولیه و لا تصرف العبد الا باذن سیده و لا یجوز تصرف المجنون المغلوب بحال'۔(۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی کو تصرف سے روکنے کے تین اسباب ہیں: بچپن، غلامی اور جنون چھوٹا بچہ اس وقت سے خرچ نہیں کر سکتا ، جب تک کہ اس کا ولی اجازت نہ دے کیونکہ بچہ کم عقل ہونے کی وجہ سے ولی کی اجازت لے گا اور یہی اجازت اس کی اہلیت کی نشانی ہے۔ غلام اپنی ملکیت میں اس وقت تصرف کر سکتا ہے، جب اس کا آقا اجازت دے لیکن مجنون شخص کسی بھی صورت اپنی ملکیت میں تصرف نہیں کر سکتا۔ مجنون انسان صلاحیت کے بالکل نہ ہونے کی وجہ سے تصرف کا اہل ہی نہیں ہے کیونکہ اس کا عذر دائمی اور مستقل ہے۔

چھوٹے بچے کے تصرف کے حوالے سے حضرت العینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"صغیر وہ بچہ ہے جو عقلمند ہو لیکن اگر بچہ بیوقوف ہو تو پھر وہ مجنون العقل کی طرح ہے"(۸)

علامہ عینی بچے کو مجنون کے درجے میں اس لیے رکھتے ہیں کہ جس طرح مجنون العقل انسان کو اپنی ملکیت میں کسی بھی

قسم کے تصرف کی اجازت نہیں اس طرح بے وقوف بچے کو بھی اپنی ملکیت میں تصرف کی اجازت نہیں ہے۔

نصوص شریعہ اور دیگر فقہاء امت کی رائے میں ملکیت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جو مالکانہ حقوق مختلف اشیاء پر حاصل ہے وہ اللہ تعالی کے عطا کردہ ہیں اور ان کی حقیقت ایک امانت کی ہے۔ نائب ہونے کی حیثیت سے انسان مال کو رب کائنات کی منشاء کے مطابق خرچ کرے۔ حق ملکیت انسان کا مقصد زندگی نہیں بلکہ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو جو نعمتیں عطا کی ہیں وہ کسی خاص طبقہ، افراد میں مقید نہ ہوں بلکہ اس سے تمام نوع انساں بلاتفریق مستفید ہوں۔ انسان کو ملکیت کے جو اختیارات دیئے ہیں یہ بطور آزمائش ہیں، انسان اس کا غلط استعمال کر کے معاشرے میں ظلم وفساد نہ کریں بطور مالک ہونے کے، دوسرے افراد کی آزادی مجروح نہ کریں، سب سے اہم بات شریعت کے متعدد قوانین پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب اموال واملاک پر افراد کی نجی ملکیت کا حق حاصل ہو۔ جیسا کہ وراثت، نظام زکوۃ وعشر، صدقات، نظام نفقات، قانون وصیت وغیرہ۔

مغربی مفکرین کے نزدیک حق ملکیت :

مشہور مغربی مفکر ومحقق، ماہر قانون جان اسٹن لکھتا ہے:

"اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے یہ کسی متعین شے پر ایک حق کی نشاندہی کرتا ہے جو استعمال کے اعتبار سے غیر محدود اور تصرف وانتقال کے اعتبار سے بے قید ہے۔ (۹)

مغربی مفکرین کی اس تعریف کا اصل جو ہر استعمال 'تصرف وانتقال کے حقوق کا بے قید وغیر محدود ہونا ہے۔ یہ تعریف ملکیت کو ایک مطلق حق کے طور پر پیش کرتی ہے جو اپنے اصل کے اعتبار سے حدود وقیود سے نا آشنا ہے لیکن ساتھ ہی تسلیم کیا ہے کہ لازمی نہیں کہ ہر ملکیت اس تعریف پر پورا اترے۔ آسٹن خود ہی یہ تحریر کرتا ہے کہ زیادہ تر املاک پر مہلک کے اختیارات، رواج، قانون ملکی اور دوسروں کے حقوق ملکیت سے ابھرنے والی قیود کے ذریعے محدود ہو جاتے ہیں، پھر بھی حق ملکیت کی اصل اور بنیادی تعریف وہی سمجھی جاتی ہے جو آسٹن نے پیش کی ہے۔

مغربی علماء قانون حق ملکیت کی تعریف کچھ یوں بھی پیش کرتے ہیں:

"ان کے نزدیک حق ملکیت کا اصل جو ہر دوسروں کو اپنی ملک پر مالکانہ تصرف سے محروم رکھنے کا قانونی حق ہے" (۱۰)

مغرب کی یہ تعریف حق ملکیت اسلامی نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہے۔ اسلامی تصور ملکیت میں اطلاق اور بے قیدی کا

پہلو نہیں پایا جاتا مالک اپنی ملکیت میں اللہ تعالی کا نائب ہے حق ملکیت کا اصل منبع شارع (اللہ تعالی) کا اذن ہے مگر مغربی فکر میں انسان اشیاء کائنات کا مالک مطلق معلوم ہوتا ہے۔

لیکن شریعت اسلامیہ نے مالک کے اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کے لیے ایک حد متعین کی ہے۔ مغربی محققین نے اسے غیر محدود کر کے اس دائرے کو ختم کر دیا ہے جبکہ اس محدود دائرے کا تحفظ حقوق کے لیے ہونا لازمی ہے۔ ہمارا دین مبین اسلام، اس متعین کردہ دائرے میں رہ کر ہی مالک کو خرچ کی اجازت دیتا ہے اور اس سے باہر کے خرچ سے منع کرتا ہے۔

جان اسٹن کے باطل و بے بنیاد نظریے کی ہمارے بہت سے علماء وفقہاء نے تردید کی ہے حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ نے آسٹن کے خام نظریے کی تردید یوں فرمائی ہے:

''اور اسی طرح انفرادی ملکیت کو کلیۃً بے قید اور محدود رکھنا، سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے تمام اثرات اور نتائج بد کو بروئے کار لانا ہے۔ اس لیے اعتدال کی راہ یہ ہے کہ آمدنی اور ذرائع آمدنی (مثلاً زمین) میں انفرادی ملکیت کے جواز کو ایسے قیود و شرائط کے ساتھ مقید کر دیا جائے کہ مفاسد پیدا نہ ہونے پائیں اور انسان کے انفرادی حقوق کا انسداد بھی لازم نہ آئے، کیونکہ علم الاخلاق اور علم الاجتماع دونوں کا یہ مسلمہ نظریہ ہے کہ انفرادی حقوق و فرائض کا اعتدال ہی اجتماعی حقوق و فرائض کا بہترین کفیل ہے۔"(۱۱)

مولانا مجیب اللہ ندوی رحمہ اللہ مغربی نظریہ ملکیت کی تردید اس طرح فرماتے ہیں:

''اس تعریف میں ملکیت کے انتقال اور تصرف کے حق کو بالکل بے قید بنا دیا گیا ہے، جو حدود قیود سے بالکل آزاد ہے، خواہ اس سے دوسرے کو کتنا ہی نقصان پہنچے، اس کے برخلاف اسلامی شریعت میں ملکیت کے تصرف اور انتقال میں دو قیدیں ایسی لگی ہوئی ہیں کہ اس سے ملکیت میں تصرف اور اس کا انتقال اور استبدال شتر بے مہار نہیں ہو پاتا، ایک شرط تو یہ لگی ہوئی ہے کہ ملکیت میں تصرف شارع کی اجازت سے ہو یعنی شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس کا استعمال اور تصرف جائز نہیں، دوسرے اپنی ملکیت کے تصرف اور انتقال میں آدمی اس وقت تک آزاد ہے جب تک دوسرا مانع نہ ہو یعنی وہ حق استعمال دوسروں کیلئے مضر نہ ہو، مثلاً ایک شخص اپنی زمین میں کنواں کھود رہا ہے، مگر وہ راستے پر پڑتا ہے تو اسے اس سے روک دیا جائے گا۔''(۱۲)

مفکر اسلام سید ابو الاعلی مودودی رحمہ اللہ اپنی مشہور و معروف کتاب ''معاشیات اسلام'' میں مغربی فکر حق ملکیت کا رد یوں

فرماتے ہیں:

''جائز ذرائع سے جو کچھ انسان حاصل کرے اُس پر اسلام اس شخص کے حقوق ملکیت تو تسلیم کرتا ہے مگر اس کے استعمال میں اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑتا، بلکہ اس پر بھی متعدد طریقوں سے پابندی عائد کرتا ہے۔" (۱۳)

''سید ابوالاعلی مودودی رحمہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں خرچ کرنے کے جتنے طریقے اخلاق کو نقصان پہنچانے والے ہیں یا جن سے سوسائٹی کو نقصان پہنچتا ہے، وہ سب ممنوع ہیں۔ آپ جوئے میں اپنی دولت نہیں اڑا سکتے، آپ شراب نہیں پی سکتے، آپ زنا نہیں کر سکتے، آپ گانا بجانے اور ناچ رنگ اور عیاشی کی دوسری صورتوں میں اپنا روپیہ نہیں بہا سکتے، آپ ریشمی لباس نہیں پہن سکتے، آپ سونے اور جواہر کے زیورات یا برتن استعمال نہیں کر سکتے، آپ تصویروں سے اپنی دیواروں کو مزین نہیں کر سکتے۔ غرض یہ کہ اسلام نے ان تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے جن سے انسان کی دولت کا بیشتر حصہ اس کی اپنی نفس پرستی پر صَرف ہو جاتا ہے۔ وہ خرچ کی جن صورتوں کو جائز رکھتا ہے وہ اس قسم کی ہیں کہ آدمی بس ایک اوسط درجہ کی شستہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرے۔ اس سے زائد اگر کچھ بچتا ہو تو اسے خرچ کرنے کا راستہ، اس نے یہ تجویز کیا ہے کہ اسے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں، رفاہ عام میں، اور ان لوگوں کی امداد میں صَرف کیا جائے جو معاشی دولت میں سے اپنی ضرورت کے مطابق حصہ پانے سے محروم ہو گئے ہیں۔ اسلام کے نزدیک بہترین طرز عمل یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کمائے اسے اپنی جائز اور معقول ضرورتوں پر خرچ کرے اور پھر بھی جو بچ رہے اُسے دوسروں کو دے دے تا کہ وہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔'' (۱۴)

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی مغربی نظریہ ملکیت کے رد میں یوں رقمطراز ہیں:

''حق ملکیت کی یہ تعریف اسلامی تصور ملکیت سے ہٹی ہوئی ہے کیونکہ اسلامی تصور ملکیت میں اطلاق اور بے قیدی کا پہلو نہیں پایا جاتا، مالک کا تصرف اللہ کے حکم کے تابع ہے، اللہ نے فرد کے اس حق کو ایسے حدود کا پابند بنایا ہے جن کا منشا خود مالک کی شخصیت اور دوسرے افراد نیز پورے معاشرے کو ملکیت کے مضر استعمال سے محفوظ رکھتا ہے۔ ساتھ ہی اللہ نے حق ملکیت کے ساتھ مالک پر کچھ مثبت ذمہ داریاں بھی عائد کی ہیں جو اس حق سے علیحدہ نہیں کی جا سکتیں، اکثر اوقات یہ ذمے داری اپنی ملکیت میں دوسروں کا حق تسلیم کرنے، اس میں سے ان کا حصہ نکالنے یا انھیں اس کے استعمال کا موقع دینے اور خود استعمال کرتے وقت دوسروں کے مصالح کو بھی ملحوظ رکھنے کی شکل میں عائد کی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ ان حدود اور ذمے داریوں کے ہوتے ہوئے ملکیت کا کوئی بے قید اور مطلق تصور اسلامی نظریہ میں راہ نہیں پا سکتا۔'' (۱۵)

تمام علماء سلف وخلف کی آراء سے معلوم ہوا ہے کہ ملکیت کی تعریف بے قید اور لامحدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کے اصول وضوابط متعین ہونے چاہئے خاص طور پہ دین اسلام یہ ہدایت کرتا ہے کہ مالک اپنی ملکیت میں تصرف اوراس کے انتقال میں اس وقت تک آزاد ہے جب تک کسی غیر کو اس سے کسی بھی قسم کا ضرر نہ ہو۔مولانا مودودی رحمہ اللہ نے محدود دائرے کی وضاحت کرتے ہوئے وہ تمام ناجائز ذرائع بھی بتادیئے ہیں جن میں دولت خرچ کرنا درست نہیں ہے۔جان آسٹن کا نظریہ قوم شعیب علیہ السلام کے نظریہ ملکیت کے مشابہ ہے وہ ناپ تول کے ذریعے زیادتی کیا کرتے تھے۔اسی طرح آج بھی مغرب بے حدود وقیود ہوکر دوسروں پرزیادتی کا درس دیتا ہےاور حلال وحرام کے مابین فرق بالکل نہیں کرتے جیسے قوم شعیب علیہ السلام نے اپنے نبی سے تقاضا کیا تھا کہ آپ کی نمازیں ہمارے معاملات پر اثر انداز نہ ہوں۔عبادات کو معاملات سے الگ رکھا جائے۔قرآن کریم اس کو یوں بیان کرتا ہے:

"یشعیب أصلوٰتک تامرک ان نترک مایعبد اٰبائنا او أن نفعل فی أموالنا مانشاء"۔(١٦)

''اے شعیب (علیہ السلام) کیا تمہاری یہ نماز تمہیں یہ حکم کرتی ہے کہ ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش اور پوجا ہمارے آباواجداد کرتے چلے آئے ہیں، اور یہ کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں''۔

ان کا تقاضا یہ تھا کہ ہم اموال کے حلال وحرام کے سلسلے میں بالکل مادر پدر آزاد و بے قید ہیں اور ہمیں اسی حالت میں رہنے دیا جائے۔اس کی وضاحت مفتی تقی عثمانی یوں فرماتے ہیں:

''ان کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی یوں سمجھتے تھے کہ دین وشریعت کا کام صرف عبادت تک محدود ہے، معاملات میں اس کا کیا دخل ہے، ہر شخص اپنے مال میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اُس پر کوئی پابندی لگانا دین کا کام نہیں۔''(١٧)

اسی کی مزید بین وضاحت سید مودودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسی بنیاد پر قرآن یہ اصول قائم کرتا ہے کہ انسان ان ذرائع کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں نہ تو آزاد ہونے کا حق رکھتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے خود حرام وحلال اور جائز وناجائز کے حدود وضع کر لینے کا مجاز ہے، بلکہ یہ حق خدا کا ہے کہ اس کے لیے حدود مقرر کرے، وہ عرب کی ایک قدیم قوم، مدین کی اس بات پر مذمت کرتا ہے کہ وہ لوگ کمائی اور خرچ کے معاملے میں غیر محدود حق تصرف کے مدعی تھے۔''(١٨)

سلیم الفطرت مذہب اسلام کی تعلیماتِ حقِ ملکیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی فرد اپنی دولت کو خرچ کرنے میں آزاد

نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں دین اسلام کے احکامات کا پابند ہے اس پابندی کی حکمت یہ ہے کل کوئی نا اہل تصرف نہ کر سکے اور کسی کے تصرف سے کسی دوسرے فرد کو تکلیف نہ پہنچے، تمام صاحب حق کو ان کا حق ملے، غیر شرعی مصارف پر مال خرچ نہ ہو، عیش پرستی سے انسان محفوظ و مامون رہے، اسراف اور بے اعتدالی نہ ہو خاص طور پہ مال ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔

ملکیت اموال:

ملکیت اموال سے مراد محض ملکیت نہیں بلکہ امانت و نیابت ہے۔ یہاں مالک کا لفظ حقیقی معنی میں نہیں بلکہ صرف امین و نائب کے لیے بولا جاتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ
لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ"(۱۹)

''اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض سے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصدا ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے''۔

سید مودودی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب کوئی جانتا ہو کہ مال کسی دوسرے شخص کا ہے اور اس شخص کے پاس ذاتی ملکیت کا ثبوت بھی نہ ہو تو ایسے شخص کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جاؤ۔ ہوسکتا ہے کہ حاکم عدالت روداد مقدمہ کے لحاظ سے وہ مال تم کو دلوا دے مگر حاکم کا ایسا فیصلہ دراصل غلط بنائی ہوئی روداد سے دھوکہ کھا جانے کا نتیجہ ہوگا۔ اس لیے عدالت سے اس کی ملکیت کا حق حاصل کر لینے کے باوجود حقیقت میں تم اس کے جائز مالک نہ بن جاؤ گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں بہرحال ایک انسان تو ہوں۔ ہوسکتا ہے تم میرے پاس ایک مقدمہ لاؤ اور تم میں سے ایک فریق دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہو اور اس کے دلائل سن کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ مگر یہ سمجھ لو کہ اگر اس طرح اپنے کسی بھائی کے حق میں سے کوئی چیز تم نے میرے فیصلے کے ذریعے سے حاصل کی، تو دراصل تم دوزخ کا ایک ٹکڑا حاصل کرو گے۔ (۲۰)

مال چاہے کسی قسم کا ہو صرف دو حقوق سے عبارت ہے: (حق قبضہ)، (حق تصرف)۔ مال پر جب کسی شخص کو شریعت و قانون کے لحاظ سے حق تصرف حاصل ہو تو اس کو حق ملکیت ہوگا۔ جہاں تک مال کے منفعتی اور افادیتی پہلو کا تذکرہ ہے، اس کو "انتفاع" اور "تمتع" کہتے ہیں۔ وہ فی نفسہ ملکیت نہیں بلکہ ضرورت ملکیت ہے جدید مغربی فکر نے انتفاع کو عین

ملکیت یا داخل ملکیت کہا ہے لیکن نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام کو باطل قرار دے کر معاشی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لیے انتقاع کو داخل ملکیت نہیں ضرورت ملکیت فرمایا ہے۔

مال ذریعہ قیام زندگی:

مال ہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسانی زندگی کی مضبوطی وبقاہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا

وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا"(۲۱)

''اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو، البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لیے دو اور انہیں نیک ہدایت کرو''۔

اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ سے امت مسلمہ کو ایک جامع درس فرمایا ہے کہ مال جو انسانی زندگی کی بقا کا ضامن ہے وہ نادان ونا سمجھ کے اختیار وتصرف میں نہ رہے، کیونکہ نادان اس کا غلط استعمال کر کے معاشی نظام کو تباہ وبرباد کر دے گا۔حقوق ملکیت جو کسی شخص کو اپنے املاک واموال پر حاصل ہے وہ آزاد و بے قید نہیں کہ ان کے حوالے کر دی جائیں جن کو تصرف کا صحیح شعور ہی نہیں۔ جہاں تک ضروریات زیست کا تعلق ہے وہ پوری ہونا ضروری ہیں لیکن حقوق ملکیت کے آزادانہ تصرف پر پابندی ہونا ضروری ہے تاکہ اجتماعی معیشت پر ضرر رساں اثرات نہ ہوں۔ مال حوالے کرنے کے حوالے سے حکومتی نظام سے لے کر ہر صاحب مال کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جس کے حوالے کر رہا ہے وہ درست تصرف کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں، کیونکہ قدرت باری تعالی نے ہر چیز کا مقصد تخلیق خلق خدا کو منفعت پہنچانے کا ذریعہ بنایا ہے اگر خلق خدا فائدہ نہ حاصل کر سکے تو گویا تخلیق کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ مال سرمایہ زندگی ہے اس کی حفاظت لازمی ہے اس کو ضائع کرنا گناہ ہے۔ اس کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی شخص مقتول ہو جائے تو شہید ہے، جیسا کہ جان کی حفاظت کرتے ہوئے مقتول ہونے پر شہادت کا درجہ موعود ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جو شخص مقتول ہو جائے وہ شہید ہے"(۲۲)

اور فرمایا: "نیک آدمی کے لیے اس کا اچھا اور پاکیزہ مال بہترین متاع حیات ہے۔(۲۳)

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

"جوشخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اس کی مال داری میں دین کا کوئی حرج نہیں" (۲۴)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا ہے کہ صالح انسان کا اپنے پاس مال رکھنا مضر نہیں ہے کیونکہ وہ تو اللہ کا خوف رکھتے ہوئے اصلاح کے کاموں میں خرچ کرے گا معارف القرآن میں مفتی تقی عثمانی نے سورۃ النساء کی آیت نمبر پانچ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت سفیان ثوری کا ایک قول نقل فرمایا ہے: "زمانہ سابق میں میں مال کو پاس رکھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن آج یہ مال مومن کی ڈھال ہے"۔ ڈھال یہ مال تب بنے گا جب اس کو دین کے لیے خرچ کیا جائے گا لوگوں کی جائز حاجات پوری کی جائیں۔ مال چونکہ انسان کے پاس امانت ہے تو امانت کا بہترین تصرف دین اور حقوق العباد ہیں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے: "وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ"۔ (۲۵)

''اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس (اللہ) نے تم کو خلیفہ بنایا ہے''۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: "وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ"۔ (۲۶)

''اور ان کو اس مال میں دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے''۔

اسلام نے انسان کو مقصد زندگی واضح کرنے کے یہ بتا دیا کہ ہر حال میں ہر شعبہ زندگی میں عبدیت کا اظہار کرنا ہے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، انسان نائب ہے، نائب کو وہی حقوق ملیں جن کی نشاندہی مالک نے کی ہے۔

ملکیت اموال کے پہلو:

اللہ تعالی نے کتاب مقدس میں ملکیت کے تحت ہر چیز کے دو پہلو بنائے ہیں۔

1۔ نفع اٹھانے کا پہلو 2۔ قبضہ رکھنے کا پہلو

قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق تصور ملکیت میں انسان کو اپنی مملوکہ اشیاء کی صرف ملکیتی حیثیت کا مختار بنایا گیا ہے منفعتی حیثیت کا نہیں۔ اموال کے منفعتی پہلو پر اسلام اس کے بلاشرکت غیر نجی حق کو گوارہ نہیں کرتا بلکہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس میں معاشرے کے دیگر لوگ بھی شریک ہوں اگر مالک اپنے مملوکہ مال کے منفعتی پہلو میں دوسروں کے حقوق پوری امانت و دیانت کے ساتھ ادا کرے تو اس کی اپنی ملکیت بھی جائز قرار پائے گی اس کے برعکس اگر دوسروں کے حقوق کو فوت کرے گا تو اس کی اپنی ملکیت کا جواز ساقط ہو جائے گا۔ یہ قاعدہ قرآن نے اس لیے بنایا ہے تاکہ غرباء اور مستحقین پر خرچ کیا جا سکے اور جو نہیں کرتا تو اس کو اس جرم کی سزا عذاب جہنم دیا جائے گا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34) يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ" (35) (النور) (۲۷)

''دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو''۔

اس طرح حدیث شریفہ میں بھی ضرورت سے زائد مال کو مستحقین پر خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "اے ابن آدم ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر تو اس مال کو خرچ کرنے سے روک لے گا تو یہ تیرے لیے باعث شر ہوگا۔ البتہ بقدر ضرورت بچا کر رکھنا تمہارے لئے باعث نہیں ہوگا اور انفاق کا آغاز اپنے قرابت داروں سے کر" (۲۸)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر جائز ذرائع سے کمائی گئی دولت ذخیرہ کر لی جائے تو اس پر بھی عذاب کی وعید ہے کیونکہ وہ دولت افراد میں گردش کرنے کی بجائے ایک ہی فرد کے قبضے میں ہے جو کہ اللہ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے۔

ملکیت زمین:

زمین بلاشبہ اللہ رب العزت کا بیش بہا تحفہ ہے جسے نہایت فراخی و وسعت سے انسان کو نوازا گیا ہے لیکن یہ ظلم عظیم ہے کہ اللہ کے عطا کردہ اس تحفے (زمین) پر جاگیرداری، وڈیرا شاہی کا استحصالی زمیندرانہ فرعونیت کا نظام رائج ہے۔ زمین معاشی پیداوار کا بے بہا خزانہ ہے جس میں اصلا تمام انسانوں کا حق معاش مساوی ہے مگر جو اس پر شرعا قابض اور متصرف ہو وہ اس کی صلاحیتوں کو بڑھانے کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے، زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔ ملکیت زمین کا مسئلہ بہت اہم ہے اور اس کا منصفانہ حل زراعت میں ترقی و خوشحالی کا باعث بنتا ہے کیونکہ زمین کی ذاتی ملکیت صحرا کو گل و گلزار میں بدل سکتی ہے۔

ملکیت زمین کی اقسام:

زمین کی ملکیت کے لحاظ سے دو اقسام ہیں۔

(1) انفرادی ملکیت: اس ملکیت کے دو ذرائع ہیں "احیائے ارض الموت" یعنی مردہ اور افتادہ زمینوں کو قابل استعمال بنا

کر قبضہ میں لانا، یا ''کسی اور طریقے سے ملکیت کا ہونا''۔

(2) سرکاری ملکیت یا اجتماعی ملکیت: اس ملکیت کے تین ذرائع ہیں مثلا بیت المال کی ملکیت، مشترکہ ملکیت کی زمینیں اور اشیاء اور سرکاری ملکیت میں لی جانے والی زمینیں۔

دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق سرکاری ملکیت کا نظریہ اور انفرادی ملکیت کا نظریہ دونوں طرح کی ملکیت جائز ہے۔

انفرادی ملکیت زمین اور قرآنی تعلیمات:

اگر قرآنی تعلیمات انفرادی ملکیت زمین کے لحاظ سے دیکھی جائیں تو قرآن مجید انفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے اور اسی انفرادی ملکیت کی بنیاد پر مالک زمین پر مختلف ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ زمین سے انسان کی دو اغراض وابستہ ہیں زراعت، سکونت قرآن کریم دونوں کے حوالے سے انفرادی ملکیت زمین کا قائل ہے۔

سورۃ الانعام میں ارشاد ربانی ہے:

"كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ"(۲۹)

''اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جبکہ وہ پھل لائے اور اس کی فصل کٹنے کے دن اس کا (اللہ تعالی) حق ادا کرو''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی کے حق سے مراد زکوۃ، صدقہ وعشر ہے۔ ایک شخص یہ تمام اشیاء اس وقت ہی راہ خدا میں دینے کا مجاز ہوگا اگر وہ اس کی ذاتی ملکیت ہوں اگر وہ مالک زمین ہوگا بصورت دیگر ایسا حکم دینے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ اسی حق ملکیت کی تائید سورۃ البقرۃ میں وارد ہوئی ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ"(۳۰)

''اے ایمان والو: خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں میں سے اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہے''۔

تمام آئمہ ومفسرین کی متفقہ رائے ہے کہ یہاں خرچ کرنے سے مراد زکوۃ وخیرات ہی ہے یہ امر حسنہ وہی ادا کر سکے گا جو مالک ہوگا اور ان کی لوگوں پر انفاق کیا جائے گا جو صاحب مال وجائیداد نہیں ہے قران کریم میں جہاں خرچ کی تصریح ہے ساتھ ہی یہ بھی وضاحت فرمادی کہ خیرات وصدقات کا مستحق کون ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ہے؛

"لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ"(۳۱)

''خاص طور پہ مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ ان کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا''۔

اسطرح اس کی مزید وضاحت سورۃ التوبہ سے ہوتی ہے:

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ" (۳۲)

''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کو چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے''۔

ان آیات مبارکہ سے یہی ثابت ہوا کہ مستحق کو دیا جائے اور دینے والا بھی اس اموال واملاک کا مالک خود ہو۔

گھروں کی ملکیت کے حوالے سے سورۃ نور کی یہ آیت بیّنہ نجی ملکیت کو بیان کرتی ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ" (۳۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جاؤ کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے''۔

اس آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سکونت کے لیے بھی اسلام، ذاتی گھر بنانے اور ملکیت رکھنے کی نہ صرف اجازت اور حق دیتا ہے بلکہ دوسرے کسی کو اس کی حدود میں بغیر اجازت قدم رکھنے سے بھی منع کرتا ہے تا کہ دوسرے کے گھر و جائیداد کو کسی قسم

کی بیرونی مداخلت سے محفوظ و مامون کیا جا سکے۔

انفرادی ملکیت زمین اور نبوی تعلیمات:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: (من اخذ شبرا من الارض ظلما طوقه الی سبع ارضین) (۳۴)
''جس شخص نے بالشت بھر زمین از راہ ظلم لی اس کی گردن میں سات تہوں تک اسی زمین کو طوق بنا کر ڈالا جائے گا''۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے: "دوسرے کی زمین میں بلا استحقاق آبادکاری کرنے والے کے لیے کوئی حق نہیں" (۳۵)

ایک اور فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "جس نے دوسرے لوگوں کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کاشت کی وہ کھیتی پر تو کوئی حق نہیں رکھتا البتہ اس کا خراج اسے دلوا دیا جائے گا'۔ (۳۶)

یہ تمام احادیث مبارکہ اس بات کی گواہی دیتی ہیں نجی ملکیت زمین نہایت اہم ہے نہ صرف فرد پر بلکہ حکومتی سطح پہ اس کا بندوبست ہونا چاہیے۔ قرآن وسنت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے عمل سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام زمین کی شخصی ملکیت کو جائز قرار دیتا ہے۔

شریعت اسلامی کی رو سے اسلامی حکومت کے تحت زمینوں کی اقسام واحکام:

شریعت اسلامی کی رو سے اسلامی حکومت کے زیر حکم آنے والی زمینوں کی چار اقسام ہیں۔

۱۔ وہ زمین جن کے مالک اسلام قبول کرلیں:

ایسی زمینوں کے بارے میں اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ ہے: ''جب لوگ اسلام قبول کرلیں تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیتے ہیں" (۳۷)

ایسی زمینوں کے متعلق اسلامی اصول یہ ہے کہ " آدمی اسلام قبول کرتے وقت جن املاک کا مالک تھا وہ اس کی ملک میں رہیں گی" (۳۸)

اس اصول کا اطلاق منقولہ وغیر منقولہ دونوں زمینوں پر ہوگا۔ زرعی غیر زرعی دونوں پر ہوگا پیارے نبی یا صحابہ یا آئمہ امت سے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ اسلام قبول کرنے والے لوگوں کی املاک میں اسلامی حکومت نے کوئی مداخلت کی ہو یا اسے سرکاری ملکیت قرار دیا ہو۔

۲۔وہ زمینیں جن کے مالک اپنے دین پر قائم ہوں:

اگر ایسے لوگ اسلامی ریاست کے تابع فرمان بن کر رہیں تو ایسے لوگوں کی املاک کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جن شرائط کے ساتھ لوگوں سے مصالحت ہوئی ہو ان کو پورا کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کبھی ایسا ہو کہ کسی قوم سے تمہاری جنگ ہو، پھر وہ تمہارے سامنے آکر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں بچانے کے لیے اپنے مال دینے پر تیار ہو جائیں اور تم ان سے صلح کر لو تو ایسی صورت میں جس چیز پر تمہاری ان سے صلح ہو، اس سے زائد کچھ نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے"(۳۹)

امت میں یہی اصول عہد نبوی سے آج تک ہے کہ جن جن قبائل کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا گیا ان کی تجارتوں، زمینوں وغیرہ کو بحال رکھا گیا ہے۔

۳۔وہ زمینیں جن کے مالک بزور تلوار مغلوب ہوئے ہوں:

ایسے لوگ جو مسلمانوں سے آخر تک جنگ کریں مسلمان جیت جائیں ایسے لوگوں کے بارے میں تین طرز دور نبوت اور دور خلافت راشدہ میں ملتے ہیں۔

(الف) فتح مکہ کے موقع پہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو معاف کر دیا وہ اپنی زمینوں کے مالک ویسے ہی رہے البتہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی زمینیں عشری قرار پائیں۔

(ب) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقع پر خیبر کے مفتوحہ علاقے کو مال غنیمت قرار دیا بقیہ زمینیں مجاہدین کو عطا فرما دی۔

(ج) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شام اور عراق کی مفتوحہ زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے تمام مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار دے دی اور وہ اسلامی ریاست کی ملک قرار پائیں اور اصل مالکوں کو ذمی بنا کر خراج وصول کیا۔

۴۔وہ زمینیں جو کسی کی ملک نہ ہوں:

ایسی زمینیں جن کا مالک کوئی نہ ہو تو وہ سرکاری ملکیت بن جاتی ہیں یہ دو قسم کی زمینیں ہیں۔ ایک موات یعنی وہ زمینیں جو بیکار ہوں بنجر ہوں تو ایسی زمینوں کو جو آباد کرتا ہے وہی مالک بن جاتا ہے کیونکہ اصل حقدار ہی وہی ہے۔ دوسری ہے خالصہ یعنی وہ زمینیں جن کو سرکاری ملکیت قرار دیا گیا ہو اسلامی ریاست کسی کو بطور عطیہ بھی زمین شخصی ملکیت میں دے سکتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے صحابہ کو عطا کی جن میں حضرت عمر، حضرت علقمہ بن وائل، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی مشہور ہیں۔

اجتماعی ملکیت کا تصور:

ایسی زمینیں جو کسی کی ملک میں نہ ہوں نہ انہیں کوئی استعمال کرتا ہو اور وہ آبادی سے بہت دور ہوں جہاں پکارنے والے کی آواز نہ جا سکے تو ایسی زمین کو جو آباد کر کے مالک بن جائے جائز ہے۔اس کے علاوہ سمندر، دریا، جھیل اور تالاب وغیرہ پانی کے بڑے بڑے ذخیرے انفرادی ملکیت نہیں بن سکتے ان سے ہر شخص کو پانی حاصل کرنے کا حق ہے اگر کوئی پانی محفوظ کر لے تو وہ ذاتی ملکیت بن جاتا ہے ان پانیوں کی مچھلیاں اور دوسری مخلوقات بھی مباح ہیں۔(۴۰)

مالک زمین کے حقوق:

مالک زمین زمین کی خرید وفروخت کا حق رکھتا ہے، مالک اپنی مملوکہ زمین میں وصیت بھی کر سکتا ہے، مفاد عامہ کے لیے وقف کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے خیبر کے حصے کی زمین وقف کی تھی، اس کے علاوہ اپنی مملوکہ اراضی کسی دوسرے کو بغرض فائدہ اٹھانے کے لیے دے سکتا ہے۔

مسئلہ ملکیت زمین۔اسلامی و مغربی طرز فکر کا تقابل:

اسلام اور مغربی افکار و نظریات میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں تضاد ہی تضاد ہے، خاص طور نظم معیشت اور اس میں بھی حق ملکیت کے حوالے سے مغرب بے حدود و قیود ہے لیکن اسلام نے نہایت زبردست حصار رکھا تاکہ انسان ہوس پرستی، حرام خوری، لالچ، رشوت، سود و قمار اور دیگر اخلاقی برائیوں سے محفوظ رہ سکے جبکہ مغربی فکر اس سب سے آزاد ہے مغرب نے جو ہمیں حق تصرف، حق ملکیت سکھایا ہے وہ دراصل حیوانی فلسفہ معیشت ہے، لیکن اس کے برعکس اسلام ہمیں انسانی فلسفہ معیشت سکھاتا ہے جس میں زندگی حیوانوں جیسی نہیں ہوتی۔زندگی کا مقصد ہے رضائے الٰہی، آخرت میں سرخروئی ہوتا ہے۔

فکر مغرب صرف اپنی ذات کے گرد گھومتی ہے جہاں حلال وحرام کی تمیز نہیں، اپنے فائدے کے لیے با آسانی کسی کا نقصان کیا جا سکتا ہے۔اس کے برعکس اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے بے لگام نہیں ہے، حدود و قیود بھی ایسی مقرر کی ہیں جس سے انسان مسلسل ترقی کے مدارج طے کرتا ہے، انسان جسمانی و روحانی سکون سے مالا مال ہوتا ہے اسلام نے حلال کو واضح کر دیا حرام کو بھی واضح کر دیا اور کہا درمیان میں جو متشابہات ہیں ان کو ترک کر دو۔

اہل مغرب کے نزدیک سرمایہ داروں کی ملکیت میں سرمایہ کا ارتکاز ہوتا ہے کہ امیر امیر تر ہو رہا ہے اور غریبوں کا خون چوسا جاتا ہے اس کو آزاد منڈی کا نظام بھی کہا جاتا ہے۔یہ نظامِ سوء، یورپ میں بہت ہے۔خاص طور پہ امریکا، برطانیہ، فرانس

اور اٹلی اس کی لپیٹ میں ہیں۔اس کی ابتداء ایک برطانوی فلسفی اور ماہر اقتصادیات (ایڈم سمتھ) نے (1723-1790) میں کی۔(۴۱)

حقِ ملکیت کے مغربی تصور کے نقصانات:

مغرب نے جو حقِ ملکیت کا تصور پیش کیا ہے وہ بہت ضرر رساں ہے خاص طور پر اقتصادی وسیاسی بہت سی کمزویوں کا سبب بنتا ہے۔ جب دولت چند ہاتھوں میں سمیٹ دی جاتی ہے تو باقی عوام مفلوک الحال اور فاقہ مست ہوجاتی ہے۔آجکل تو اس مغربی فکر نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے فاقہ کشی کی وجہ سے بیماریاں عام ہیں۔دوسرا نقصان یہ ہے کہ ناجائز تصرف وکمائی کی وجہ سے رشوت، غصب اور اسمگلنگ کی وجہ سے ایک خاص طبقے میں افراط زر پیدا ہوگیا ہے اور جب قیمتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے عوام خرید وفروخت نہیں کرسکتی تو اس سے کسبِ مال حلال کی تحریک کمزور ہوجاتی ہے برآمدات کی کمی کی وجہ سے عمومی معاشی حالت خراب ہوجاتی ہے۔ جہاں اقتصادیات کو نقصان ہوتا ہے جبکہ دوسری جانب اس مغربی فکر نے ہمیں بہت سے سیاسی نقصانات سے دوچار کیا ہے۔حکومت اور عوام کے درمیان چپقلش ہوتی ہے ہڑتالوں اور بغاوتوں کو جلا ملتی ہے اس سے معاشی نظام تباہ ہوتا ہے جس سے حکومت غیر مستحکم ہوجاتی ہے۔اس فکر کا ایک خطرناک نقصان یہ بھی ہے کہ یہ عوام کو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔جس سے معاشرے میں عدم اطمینان اور بدامنی ہوتی ہے اور اخلاقیات اور خوفِ آخرت مفقود ہوتے ہیں۔

حوالہ جات:

1۔ الحشر: آیۃ:7۔

2۔ المؤمنون:89'88'87'86'85۔

3۔ ابن ھمام، فتح القدیر،ص5/456، مکتبہ الرشید کوئٹہ، 1405ھ۔

4۔ ابن نجیم، زین الدین، الاشباہ النظائر،ص605، مکتبہ تعلیمیہ پریس کلکتہ، 1260ھ۔

5۔ مجیب اللہ ندوی، اسلامی فقہ،ص20، المطبعہ العثمانیہ، 1305ھ۔

6۔ وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ،ص4/56، دار الفکر، دمشق، 1405ھ۔

7۔ ابوالحسن علی بن ابوبکر، الھدایۃ،ص3/352، مکتبہ شرکت علمیۃ ملتان، 1396ھ۔

8۔ ابومحمد دین احمد النبی، الغایۃ فی شرح الھدٰیۃ ص87/10، دار الفکر، دمشق

9. JohnAustin: lectureson jurisprudence vol llp.790Ed.R cambell 3rd Edition,London,1911

10۔ . Encyclopaecil Americana'Article on property :Vol xxII P.660.

11۔ حفظ الرحمن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام،ص229، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1987ھ

12۔ مجیب اللہ ندوی، اسلامی فقہ،ص304۔

13۔ سید ابوالاعلی مودودی، معاشیات اسلام،ص58، اسلامک پبلی کیشنز لمٹیڈ لاہور، 1996ھ۔

14۔ مرجع السابق:ص59۔

15۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت،ص1/13، اسلامک پبلی کیشنز لمٹیڈ، لاہور، 1968۔

16- سورۃ ھود: آیۃ:87۔

17- مفتی شفیع عثمانی، معارف القرآن،ص4/663، ادارہ معارف، کراچی، 1415ھ۔

18۔ مولانا مودودی، معاشیات اسلام،ص71۔

19۔ البقرۃ: آیۃ:188۔

20- سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن،ص1/148، ادارہ ترجمان القرآن، 2011م،

21۔ النساء:الآیۃ:5
22- محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث2480۔
23۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، باب رزق الولاۃ وھدایا،3/18، دار الکتب۔
24۔ الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل، باب الترغیب فی الغنی الصالح،19/123، دار الحدیث۔
25۔ الحدید:الآیۃ؛7۔
26۔ النور:الآیۃ:33۔
27- النور الایۃ34-35
28۔ مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، کتاب الزکاۃ ص2/718، رقم1036۔
29۔ الانعام:الآیۃ:141۔
30- البقرۃ:الآیۃ:267۔
31۔ البقرۃ؛الآیۃ:273۔
32۔ التوبہ:الآیۃ:60۔
33۔ النور:الآیۃ:27،28
34۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرھا، ج2۔
35۔ سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم الاحادیث ص7/30، ادارہ معارف اسلامی، 2002م۔
36۔ نفس المرجع۔ص7/30۔
37۔ ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، باب فی اقطاع الارضین، ج3۔
38۔ ابی عبید، کتاب الاموال ص55۔
39۔ تفہیم الاحادیث ص7/17۔
40۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ مملکت ص1۔133،143، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور۔
41۔ Degen Robert,The Triumph of Capitalism,1st Ed,New Brunswick,Nj:Transaction Publishers, 2008.

عدالتی خلع کی شرعی حیثیت

تجزیاتی مطالعہ

☆شہناز کوثر

خلع کی لغوی تعریف:

خلع کے لغوی معنی علیحدہ کرنا جدا کرنا اور اتارنے کے ہیں۔

هو لغةً: الإزالة، واستعمل فى إزالة الزوجية بالضم، وفى غيرها بالفتح۔ (1)

الخلع (بالفتح) لغةً: هو النزع والتجريد۔۔ (2)

خلع کی اصطلاحی تعریف:

بیوی معاوضہ دے کر علیحدہ ہو تو اسے خلع کہا جاتا ہے اس طرح خاوند معاوضہ لے کر اپنی بیوی کو چھوڑ دے چاہے وہ یہ معاوضہ مہر جو کہ خاوند نے دیا تھا وہ ہو یا اس سے زیادہ اور یا پھر کم ہو۔

خلع کا جواز:

اسلامی شریعت میں جہاں شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر رشتہ ازدواج سے آزاد کر سکتا ہے، وہیں بیوی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر اس کے لیے حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ازدواجی تعلق کو قائم رکھنا ممکن نہ رہے تو وہ اپنے آپ کو اس بندھن سے آزاد کرا سکے، قانونی اصطلاح میں یہ حق ''خلع'' کہلاتا ہے، ''خلع'' کے لیے لازمی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو معاوضے کی یا حق مہر سے دستبردار ہونے کی پیشکش کرے اور شوہر اسے قبول کر لے، اسباب کے وقوع پذیر ہونے

☆ریسرچ اسکالر، جامعۃ المحصنات اسلام آباد

پر خلع کے جواز کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ہے۔ اِسی بات کو قرآنِ کریم کی اِس آیت میں اِرشاد فرمایا گیا:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (3)

''طلاقِ (رجعی) دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح سے اپنے پاس رکھا جائے یا بھلے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے اور تم کو یہ روا نہیں ہے کہ عورتوں کو دیا ہوا کچھ بھی مال اُن سے واپس لو، مگر یہ کہ جب میاں بیوی اس بات سے ڈریں کہ اللہ کے اَحکام پر قائم نہ رہ سکیں گے۔ پس اگر تم لوگ اِس بات سے ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود پر قائم نہ رہیں گے تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے اِس میں کہ، عورت بدلہ دے کر چھوٹ جائے، یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، سو اُن سے آگے نہ بڑھو، اور جو کوئی اللہ کی حدود سے آگے بڑھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں''۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، "أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ، وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً (4).

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی۔ (کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوق زوجیت کو نہیں ادا کر سکتی)۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے مہر میں دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ثابت رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور انہیں طلاق دے دو''۔

عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ فَوَجَدَ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ هَذِهِ؟" فَقَالَتْ: أَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، قَالَ: "مَا شَأْنُكِ" قَالَتْ: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ

لِزَوْجِهَا، فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: '' هَذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، وَذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَذْكُرَ"، وَقَالَتْ حَبِيبَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كُلُّ مَا أَعْطَانِي عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ: "خُذْ مِنْهَا"، فَأَخَذَ مِنْهَا، وَجَلَسَتْ هِيَ فِي أَهْلِهَا (5).

''حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک بار کیا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر پڑھنے کے لیے نکلے تو آپ نے حبیبہ بنت سہل کو اندھیرے میں اپنے دروازے پر پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کون ہے؟'' بولیں: میں حبیبہ بنت سہل ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' وہ اپنے شوہر ثابت بن قیس کے متعلق بولیں کہ میرا ان کے ساتھ گزارا نہیں ہوسکتا، پھر جب ثابت بن قیس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''یہ حبیبہ بنت سہل ہیں انہوں نے مجھ سے بہت سی باتیں جنہیں اللہ نے چاہا، ذکر کی ہیں''، حبیبہ کہنے لگیں: اللہ کے رسول! انہوں نے جو کچھ مجھے (مہر وغیرہ) دیا تھا وہ سب میرے پاس ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے کہا: ''اس (مال) میں سے لے لو''، تو انہوں نے اس میں سے لے لیا اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس بیٹھی رہیں''۔

خلع عورت کا حق ہے، تاہم ایسی صورتِ حال امر واقعہ میں موجود ہونی چاہیے کہ حدود اللہ ٹوٹنے کا خوف ہو، نہ کہ صرف غلط بیانی، من پسندی اور خواہش نفس کی بنا پر بیوی اس کا مطالبہ کرلے، وگرنہ وہ عند اللہ سنگین وعید کی سزاوار ہوگی۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ (6)."

''جس عورت نے اپنے شوہر سے بغیر کسی ایسی تکلیف کے جو اسے طلاق لینے پر مجبور کرے، طلاق کا مطالبہ کیا تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

اپنے آپ کو قیدِ نکاح سے نکالنے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔'' (7)

فإن الله لا يحب الذواقين ولا الذواقات۔ (8)

لہٰذا معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت خلع کرنے کی گنجائش ہے۔ جب میاں بیوی میں ہم آہنگی پیدا نہ ہو پائے تو تکلیف دہ بندھن قائم رکھنے کی بجائے علیحدگی بہتر ہوتی ہے۔ یہ ناچاقی کسی بھی وجہ سے ہوسکتی ہے یعنی جب شادی کا مقصد فوت

ہو رہا ہو اور فریقین کے دلوں میں شدید نفرت پیدا ہو چکی ہو تو زبردستی نکاح کو برقرار رکھنا حکمتِ نکاح کے خلاف ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

وَإِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَفْتَدِيَ نَفْسَهَا مِنْهُ بِمَالٍ يَخْلَعُهَا بِهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) فَإِذَا فَعَلَا ذٰلِكَ وَقَعَ بِالْخُلْعِ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ وَلَزِمَهَا الْمَالُ

''جب میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے اور دونوں کو خوف ہو کہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت مال دے کر خاوند سے جان چھڑا لے، اس لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (سو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ عورت مال دے کر جان چھڑا لے) پھر جب خاوند نے یہ (مال قبول) کر لیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت کو مال دینا لازم ہوگا''۔(9)

خلع میں عدالتی دائرہ کار کی شرعی حیثیت :

شارع نے جس طرح مرد کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح عورت کو خلع کا کہ وہ ضرورت محسوس کرے تو شوہر سے خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ''بدل خلع'' کے طور پر مالی معاوضے کی پیشکش بھی کر سکتی ہے، لیکن اگر شوہر خلع دینے پر رضامند نہ ہو تو اس صورت میں عورت کو عدالت کی طرف رجوع کرنے کا حق ہے جیسا کہ آیت وحدیث کے مذکورہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

''فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ'' اور حدیث ''خُذِ الَّذِي لَهَا عَلَيْكَ وَخَلِّ سَبِيلَهَا''۔

سخت مجبوری کی حالت میں آیا بیوی عدالت سے رجوع کر سکتی یا نہیں؟ عدالت شوہر کی غیر موجودگی میں خلع کا فیصلہ سنا سکتی ہے یا نہیں؟

آیا اس معاملے میں عدالت کو کچھ اختیارات ہیں یا جب تک مرد راضی نہ ہو خاتون کو اسی کے ساتھ رہنا پڑے گا؟ اس حوالے سے عدالتی خلع کے جواز اور عدم جواز سے متعلق درج ذیل آراء موجود ہیں۔

فقہاء کی آراء:

اس سلسلے میں اکثر فقہاء و مجتہدین کی رائے یہ ہے کہ ''خلع'' شوہر اور بیوی کا ایک باہمی معاملہ ہے جو فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے۔ لہٰذا کوئی فریق دوسرے فریق کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا، نہ شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو خلع پر مجبور کرے اور نہ ہی بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ شوہر سے بزورِ قانون خلع حاصل کرے اگر عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت کے مطالبہ پر خلع کا فیصلہ کرنا چاہے تو فیصلہ شریعت سے متصادم اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے، ائمہ فقہاء اس کے

جواز کے قائل نہیں۔

إذا اتفق اصحابنا فی شیء ابو حنیفة وابو یوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالی لا ینبغی للقاضی ان یخالفهم برایه۔(10)۔

۔وفی شرح الطحاوی ثم إذا قضی بالاجتهاد فإن خالف النص لا یجوز قضاوه۔فإنه لا یجوز إحداث قول خارج عن المذاهب الاربعة(11)

''خلع حاکم وغیر حاکم دونوں کے پاس جائز ہے، اس لیے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جس کی ساری بنیاد باہمی رضامندی پر ہے(12)
خلع طلاق کے حکم میں ہے، لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے طلاق دے نہ باپ کو یہ حق ہے، نہ آقا کو، نہ سرپرست کو، نہ حاکم کو''۔(13)

یعنی عورت کو شوہر کے پاس جانے پر مجبور کیا جائے گا، اگر شوہر خلع وغیرہ کے ذریعے علیحدگی نہ چاہتا ہو۔(14)

''خلع عقد معاوضہ ہے، اس کے لیے حاکم کی ضرورت نہیں، جیسا کہ بیع اور نکاح میں حاکم کی ضرورت نہیں، نیز اس لیے کہ خلع باہمی رضامندی سے عقد کو ختم کرنے کا نام ہے، لہٰذا یہ اقالہ (فسخ بیع) کے مشابہ ہے''۔(15)

اسی وجہ سے اسلامی نظریاتی کونسل نے عدالت کے ذریعے خلع کا حصول... موجودہ قانونی صورتِ حال اور درپیش مسائل ... شرعی نقطہ نظر' کے حوالے سے بعض سفارشات پیش کر کے، پاکستانی عدالتوں کو روکا کہ مروّجہ عدالتی خلع جس میں شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یک طرفہ ڈگری جاری کرتی ہے، درست نہیں۔ عدالتوں کو چاہیے کہ وہ خلع اور فسخ نکاح میں فرق کریں۔

نیز اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی نے کہا ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری جاری نہیں کر سکتی، عدالتوں کو چاہیے کہ وہ خلع اور تنسیخ نکاح میں فرق کریں... تفویض طلاق شرعاً درست ہے۔

عدمِ جواز کی آراء اور دلائل:

خلع میں شوہر کی رضامندی لازمی ہونے کے حوالے سے جن دلائل کو مدِ نظر رکھا گیا تقریباً ان تمام علماء نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

1۔ إلا أن یخافا ألا یقیما حدود اللّٰہ (مگر یہ کہ ان دونوں میاں، بیوی کو احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے۔

آیت کے ان صیغوں میں شوہر اور بیوی دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے لہذا دونوں کی رضامندی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ (تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس مال میں جو عورت بطور فدیہ دے) یعنی عورت مال پیش کر کے آپ سے آپ الگ نہیں ہو سکتی بلکہ علیحدگی کے لیے ضروری ہے کہ شوہر اس فدیہ کو قبول بھی کرے ۔

3- اَوْ یَعْفُوَا الَّذِی بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ (وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے) سے مراد خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق شوہر ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:..إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ ''طلاق وہی دے سکتا ہے جو پنڈلی پکڑنے کا مجاز ہے۔لہذا اس رشتے کو اس کے سوا کوئی ختم نہیں کر سکتا۔''

دلائل کا تجزیہ:

پہلی آیت جس سے استدلال کیا گیا ہے اس کے متصل یہ الفاظ ہیں فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا یُقِیمَا حُدُودَ اللّٰہ فان خفتم میں خطاب مسلمانوں کے اولی الامر ہی کی طرف ہے اس لئے کہ حدود اللہ کو قائم کرنا اولی الامر کا اولین فریضہ ہے۔امام قرطبی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں (خفتم) میں خطاب حکام اور ان لوگوں کو ہے جو ایسے معاملات حل کرتے ہیں اگرچہ وہ حاکم نہ ہو۔

عن قتادة فإن خفتم یعنی: الولاة

شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وقوله: فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰہ أی: إذا خاف الأئمة والحکام، أو المتوسطون بین الزوجین اور اللہ کا قول فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰہ یعنی جب آئمہ اور حکام اور اسی طرح زوجین کے درمیان مصالحت کرانے والوں کو زوجین کی جانب سے حدود اللہ کے عدم قیام کا خوف ہو لہذا خفتم کی اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع کے معاملے میں صرف شوہر اور بیوی ہی کافی نہیں بلکہ ایک حد تک معاملہ پہنچ جانے کے بعد حکام اور دیگر افراد بھی اس میں شامل ہیں اور وہ ان دونوں کے حق میں جو بہتر سمجھیں وہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

بیدہ عقدۃ النکاح یہ دلیل قطعی اور حتمی نہیں ہے کیوں کہ اس آیت کی تشریح میں کئی ایک مفسرین نے اس سے ولی

کو بھی مراد لیا ہے لہٰذا جب شوہر اور ولی دونوں کے مراد لینے کا احتمال ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے علاوہ بھی کسی تیسرے فریق کو اس نکاح کے ختم کرنے کا اختیار موجود ہے۔

ان تمام مسائل کی تفصیل ہمیں خلع کے ان مقدمات کے فیصلوں میں ملتی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے کیے تاریخ اسلام کا اوّلین خلع حضرت ثابت بن قیسؓ سے ان کی بیوی نے لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیثیتِ حاکم حضرت ثابت کی بیوی سے دریافت کیا، اور ان کی ناپسندیدگی کو جان لینے کے بعد حق مہر کو واپس کرنے کا کہا، پھر ان کے شوہر کو حکم دیا ان کو جدا کردو۔ اس واقعہ میں نہ تو شوہر کو طلب کیا گیا، نہ شوہر کی رضامندی کو دریافت کیا گیا۔ صرف بیوی کی ناپسندیدگی، مطالبے اور حق مہر کی واپسی پر شوہر کو جدا کرنے کا پابند کردیا گیا، سو شوہر نے ان کو جدا کردیا۔

''ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں تو ان کو ان کے شوہر نے اتنا مارا کہ کوئی عضو ٹوٹ گیا، وہ فجر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے ان کی شکایت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلوایا، اور کہا کہ تم اس سے کچھ مال لے کر اس سے الگ ہوجاؤ، ثابت نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ایسا کرنا درست ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں''، وہ بولے، میں نے اسے دو باغ مہر میں دیئے ہیں یہ ابھی بھی اس کے پاس موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں لے لو اور اس سے جدا ہوجاؤ''، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا''۔(16)

2- قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اقْبَلِ الحَدِیقَۃَ وَطَلِّقْہَا تَطْلِیقَۃً (17)

3- جبکہ سنن نسائی میں خُذِ الَّذِی لَہَا عَلَیْکَ وَخَلِّ سَبِیلَہَ (اس کے پاس جو تیرا مال ہے، وہ واپس لے کر اُس کا راستہ چھوڑ دے) کے الفاظ ہیں۔

4- السنن الکبریٰ میں یَا ثَابِتُ! خُذْ مِنْہَا فَأَخَذَ مِنْہَا وَجَلَسَتْ اور فَأَمَرَہَا أَنْ تَرُدَّ عَلَیْہِ فَفَرَّقَ بَیْنَہُمَا (اے ثابت! اس سے لے لو، سو اُس نے باغ واپس لے لیا اور وہ اپنے گھر بیٹھ گئی'' اور'' آپ نے عورت کو حکم دیا کہ ثابت کو واپس کردے اور دونوں کے درمیان تفریق کرادی) کے الفاظ آئے ہیں۔

5- فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''أَتَرُدِّینَ عَلَیْہِ حَدِیقَتَہُ''، قَالَتْ: نَعَمْ، فَرَدَّتْ عَلَیْہِ حَدِیقَتَہُ، قَالَ: فَفَرَّقَ بَیْنَہُمَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (18)

ان تمام احادیث میں رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ نے حضرت ثابت سے نہ سفارش کی' نہ اپیل' اور نہ طلاق کے لئے رضامندی معلوم کی بلکہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوے خود فیصلہ فرمایا کہ مہر لے لو اور طلاق دے دو۔ رسولِ اکرم ﷺ کا فیصلہ نظیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

امام قرطبی نے دار قطنی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ خلع کا وہ معاملہ ایک فیصلہ تھا نہ کہ مشورہ جب ثابت بن قیسؓ تک اس فیصلے کی خبر پہنچی تو ان کے الفاظ یہ تھے: فلما بلغ ذلک ثابت بن قیس قال: قد قبلت قضاء رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (19)

اسی طرح خلفائے راشدین نے خلع کے مقدمات کے فیصلے بحیثیت قاضی کیے۔

حضرت عمر کے سامنے ایک عورت اور مرد کا خلع کا مقدمہ پیش ہوا آپ نے عورت کو شوہر کے ساتھ رہنے کی نصیحت کی مگر عورت نہ مانی اس پر آپ نے عورت کو کوڑا کرکٹ سے بھری کوٹھری میں بند کر دیا تین دن قید میں رکھنے کے بعد آپ نے اسے نکالا اور پوچھا تیرا کیا حال رہا- اس نے کہا: خدا کی قسم مجھے انھی راتوں میں راحت نصیب ہوئی ہے یہ سن کر حضرت عمر نے اس کے شوہر سے فرمایا اخلعها ويحک ولو من قرطها اس کو خلع دے دے خواہ اس کے کان کی بالیوں کے عوض ہی میں ہو (20)

دار قطنی نے محمد بن سیرین کے واسطہ سے صحیح سند سے اس واقعہ کی تفصیل ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ ایک شوہر و بیوی اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے۔ حضرت علیؓ کے حکم سے شوہر و بیوی ہر ایک کے لوگوں میں سے ایک ایک حَکم منتخب کیے گئے۔ حضرت علیؓ نے اُن دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم کو اپنے ذمّہ داری معلوم ہے؟ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ مناسب سمجھو تو دونوں میں علیحدگی کرا دوں۔ عورت نے کہا: میں اللہ کی کتاب پر راضی ہوں چاہے اس کا فیصلہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف شوہر نے کہا کہ جہاں تک علیحدگی کی بات ہے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ (أما الفرقة فلا) حضرت علیؓ نے کہا: تم نے جھوٹ کہا، تم بھی جب تک اس عورت کی طرح اقرار نہ کرلو، یہاں سے جا نہیں سکتے۔ كَذَبْتَ وَاللّٰه لَا تَنْفَلِتُ مِنِّى حَتَّى تُقِرَّ كَمَا أَقَرَّت

ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں میرے خاوند اگر موجود ہوتے تو بھی میرے ساتھ سلوک کرنے میں کمی کرتے اور کہیں چلے جاتے تو بالکل ہی محروم کر دیتے۔ ایک مرتبہ جھگڑے کے موقع پر میں نے کہہ دیا کہ میری ملکیت میں جو کچھ ہے لے لو اور مجھے خلع دو۔ اس نے کہا اور یہ معاملہ فیصل ہو گیا لیکن میرے چچا سیدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما اس قصہ کو لے کر سیدنا

عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ چوٹی کی دھجی چھوڑ کر سب کچھ لے لو۔

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

"خلع کا فلسفہ یہ ہے کہ خلع عورت کے اختیار میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ مرد کے اختیار میں طلاق ہے، چنانچہ جب عورت کو مرد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو اس کے اختیار میں خلع ہے اور جب مرد کو عورت کی طرف سے تکلیف ہو تو شارع نے اسے طلاق کا اختیار دیا ہے۔"

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا ہے

"عورت حاکم وقت کے پاس خلع کا مطالبہ کرے اور حاکم پہلے اُن کی مصالحت کی کوشش کرے گا، اگر کامیابی نہ ہو تو خاوند نے عورت کو مہر میں جو کچھ دیا تھا، حاکم اسے لے کر خاوند کو واپس کر دے اور اس کے درمیان تفریق کرا دے یہ خلع ہے۔

اسلام میں ایسے تنازعات جن کا فیصلہ مسئلے کے دونوں فریق آپس میں مل بیٹھ کر نہ کر سکیں تو ان کے لیے ایسی صورت حال میں عدالت کی طرف رجوع کرنے کا راستہ رکھا گیا ہے۔ انہیں تنازعات میں سے میاں، بیوی کے آپس کے اختلافات بھی ہیں۔ اختلافی صورت میں قاضی اور حاکم کا فیصلہ قابل نفاذ ہے اس پر عمل کیا جائے گا اب ظاہر ہے کہ قاضی اور حاکم کی حیثیت واعظ اور محض اخلاقی اپیل کرنے والے ناصح کی نہیں ہے بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ جو لوگ وعظ و نصیحت کی زبان سمجھنے پر آمادہ نہ ہوں، اُن کے لیے قانون اور اختیارات کو استعمال کیا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے۔

۱۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ-فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ-ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (21)

۲۔ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ-وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ- (22)

ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حاکم فیصلہ کرے۔

قال اللّٰہ تعالی فی القرآن العظیم:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ

كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا۔(23)

کہ دونوں کی جانب سے حکم جو فیصلہ کرے۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک یہ فیصلہ نافذ ہوگا۔

قال مالک و ذالک احسن ما سمعت من اهل العلم ان الحکمين يجوز قولهما بين الرجل و امراته فی الفرقة و الاجتماع۔(24)

حکمین جمع بھی کر سکتے ہیں اور تفریق بھی کر سکتے ہیں۔

عن ابن عباس قال بعثت انا و معاوية حکمين، فقيل لنا ان رايتما ان تجمعا جمعتما، و ان رايتما ان تفرقا فرقتما، قال معمر و بلغنی ان الذی بعثهما عثمان۔(25)

کہ حکمین کو تفریق کرنے کا بھی حق ہے اگر تحکیم کے باوجود اصلاح حال یا باہمی رضامندی سے علیحدگی کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور نہ ہی شوہر خلع پر راضی ہو تو بیوی قاضی سے رجوع کرے اور قاضی شوہر کو خلع (جدا کرنے) کا کہے اگر شوہر خلع دینے پر تیار نہ تو قاضی عورت کے حق خلع کو نافذ کرا دیا اس لئے کہ قاضی میاں بیوی دونوں کا اولی الامر ہے،

قال ابو حنيفة: اذا حکم الحاکم بعقد او فسخ او طلاق نفذ حکمه ظاهراً و باطناً۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: جب حاکم کسی معاہدے کے ہونے یا ختم کرنے کا فیصلہ صادر کرے یا طلاق کا فیصلہ صادر کرے تو اس کا فیصلہ ظاہرا اور باطناً نافذ ہوگا۔(26)۔

قال: فان اصطلح الزوجان و الا کان علی الحاکم ان يحکم لکل واحد منهما علی صاحبه بما يلزمه من حق فی نفس و مال و ادب۔(27)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''عورت سے خلع کے حق کو جس چیز نے عملاً بالکل سلب کر لیا ہے، وہ یہ غلط خیال ہے کہ شارع نے خلع کا معاملہ کلیتاً زن و شوہر کے درمیان رکھا ہے، اور اس میں مداخلت کرنا قاضی کے حدودِ اختیار سے باہر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خلع دینا، نہ دینا بالکل مرد کی مرضی پر موقوف ہو گیا ہے، اگر عورت خلع حاصل کرنا چاہے اور مرد اپنی شرارت یا خود غرضی سے نہ دینا چاہے تو عورت کے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہتا لیکن یہ بات شارع کی منشا کے بالکل خلاف ہے۔ شارع کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ معاملہ نکاح کے ایک فریق کو بالکل بے بس کر کے دوسرے فریق کے ہاتھ میں دے دے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ بلند اخلاق و تمدنی مقاصد فوت

ہو جاتے جو اس نے مناکحت کے ساتھ وابستہ کیے ہیں۔

شریعت نے معاملہ نکاح کے دونوں فریقوں کو ایک ایک قانونی آلہ ایسا دیا ہے جس سے وہ عقدِ نکاح کے نا قابل برداشت ہو جانے کی صورت میں حل عقد کا کام لے سکتے ہیں۔ مرد کے قانونی آلہ کا نام 'طلاق' ہے جس کے استعمال میں اسے آزادانہ اختیار دیا گیا ہے اور اس کے بالمقابل عورت کے قانونی آلہ کا نام 'خلع' ہے جس کے استعمال کی صورت یہ رکھی گئی ہے کہ جب وہ عقدہ نکاح کو توڑنا چاہے تو پہلے مرد سے اس کا مطالبہ کرے اور اگر مرد اس کا مطالبہ پورا کرنے سے انکار کر دے تو پھر قاضی سے مدد لے۔ اگر آپ جائز طریقے سے ایسا نہ کرنے دیں گے تو وہ ناجائز طریقوں سے اپنی فطرت کے داعیات کو پورا کرے گی، اور یہ زیادہ برا ہو گا۔(28)

اور عدالتی تنسیخ سے انکار اور خاوند کے تعنت کو مدنظر نہ رکھنا عورت کو بدکاری کی وادی میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔۔ اگر حکام کو مخاطب کرنے کے بعد ان کے دائرہ اختیار میں کچھ بھی نہ دیا جائے اور محض ایک ایسے فریق کے طور پر ان کا ذکر کیا جائے جو صرف معاملہ دیکھے لیکن معاملے کو حل کرنے میں ان کا کوئی کردار نہ ہو تو یہ بڑی عجیب صورتحال ہو جائے گی۔ اسی بات کو سید مودودیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ: ''اگر فی الواقع قاضی اس معاملے میں صرف سماعت کا اختیار رکھتا ہو، مگر مرد کے راضی نہ ہونے کی صورت میں اس سے اپنا فیصلہ منوانے کا اقتدار نہ رکھتا ہو، تو قاضی کو مرجع قرار دینا سرے سے فضول ہی ہو گا۔ کیونکہ اس کے پاس جانے کا نتیجہ بھی وہی ہے جو نہ جانے کا ہے۔(29)

قاضی کو اس پر زبردستی خلع دلوانے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیس کو بھی اس چیز کا حکم دیا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ مقدمات پیش ہوئے تو اس میں نبی کریم ﷺ نے شوہر سے نہیں پوچھا کہ تم اس پر راضی ہو بلکہ شوہر کو حکم دیا کہ تم اسے خلع دے دو البتہ بیوی سے یہ ضرور پوچھا کہ کیا تم اس کا دیا ہوا حق مہر واپس کر دو گی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: **أتردين عليه حديقته قالت :نعم** (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی؟ اس نے کہا کہ جی ہاں)۔ اور حاکم کا حکم ماننا لازم ہوتا ہے

خلاصہ بحث:

عدالتی خلع کے حوالے سے کچھ علماء شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خلع مکمل طور پر میاں، بیوی کے درمیان ہونے والا معاملہ ہے۔ خلع میں جو بھی فیصلہ ہو گا اس میں دونوں کی رضامندی کا اعتبار کیا جائے گا۔ شوہر کی رضامندی

کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ خلع کے معاملے میں قاضی کو بالکل بھی اختیارات دینے کے حق میں نہیں ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو خلع ہوا تھا اس میں بھی شوہر کی رضامندی کے مطابق ہی فیصلہ ہوا تھا۔

البتہ کچھ علماء ، قاضی کو بھی خلع کے معاملے میں فیصلہ کرنے کے حوالے سے حق دیتے ہیں کہ اگر شوہر خلع کے لیے راضی نہیں ہوتا اور دونوں کے لیے حدود اللہ کو برقرار رکھنا ناممکن ہو جائے تو پھر شوہر کی مرضی کے برخلاف قاضی کو خلع کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔وہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا جو خلع ہوا تھا اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی فیصلہ سنا دیا تھا اس میں صرف بیوی سے پوچھا تھا کہ تم اس کا دیا ہوا باغ واپس کرو گی اور اس کی رضامندی کے بعد خلع کا فیصلہ سنا دیا گیا تھا۔۔امام شوکانی لکھتے ہیں

اگر شوہر کو خلع کی پیشکش کی جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو قبول کرے کیونکہ احادیث کے الفاظ حکمیہ ہیں اور اس کو ماننا ضروری ہے اور صرف عورت کی طرف سے جھگڑے کا اندیشہ جواز خلع کے لیے کافی ہے۔اور اگر شوہر یہ نہیں مانتا تو قاضی اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان میں تفریق کردے۔واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات:

(1) الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۹۱ ۳۳ ۴ الکویت
(2) ایضاً
(3) سورہ البقرۃ: ۹۲۲
(4) بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ:5273
(5) سنن ابی داود باب فی الْخُلْعِ حدیث نمبر:2227
(6) سنن ابی داود باب فی الْخُلْعِ 2226
(7) مشکوۃ ص: ۸۲ ۴ بروایت نسائی
(8) المعجم الاوسط ٦ / ۰۲، رقم: ۸۴۸۷
(9) مرغینانی، الہدایۃ شرح البدایۃ، 13:2، المکتبۃ ال إسلام
(10 الھندیۃ (۲۱۳ / ۳
(11) الھندیۃ وفی الشامیۃ (۹۴ / ۱)
(12) کتاب الام ص ۲۰۰ ج ۵
((13 المہذب ص ۷۱ ج ۲
(14) مغنی ابن قدامہ ص ۵۲ ج ۷
(15) اجلاس، منعقدہ 27،26 مئی 2015ء
(16) اجلاس، منعقدہ 27،26 مئی 2015ء
(17) سنن ابی داود باب فی الْخُلْعِ حدیث نمبر:2228
(18) صحیح بخاری بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ حدیث نمبر:5273
(19) ابن ماجہ بَابُ: الْمُخْتَلِعَةِ تَأْخُذُ مَا أَعْطَاهَا حدیث نمبر:2057
(20) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵ء، ۲ / ۱۲۹

(21) کشف الغمہ جلد 2

(22) دار قطنی محمد بن سیرین باب الخلع

(23) آیت ۵۹، سورۃ النساء ۴

(24) آیت ۸۳، سورۃ النساء ۴

(25) آیت ۳۵، سورۃ النساء

(26) موطاء امام مالک، باب ماجاء فی الحکمین، ص ۵۶۷

(27) سنن بیہقی، باب الحکمین فی الشقاق بین الزوجین، ج سابع ص ۴۹۹ نمبر ۱۴۷۸۶

(28) بدائع الصنائع، ۱۵۷ ۔ شرح فتح القدیر ۴۹۲۵ ۔ ردالمختار ۴۶۲۴ ۔ الفقہ الاسلامی، ۵۹۴۲

(29) موسوعۃ امام شافعیؒ، باب الحکمین، ج احدی عشرۃ ص ۱۶۸، نمبر ۱۸۸۱۷

(30) حقوق الزوجین از سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص58 تا 59

(31) حقوق الزوجین از سید ابوالاعلیٰ مودودی، ایضاً

قابلِ اعتراض اجزائے ترکیبی اور شریعہ معیارات

ایک تحقیقی جائزہ

☆سحرین

حلال وحرام کی تعریف :

حلال عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں جائز ہونا یعنی جس کی اجازت دی گئی ہو اصطلاح میں وہ چیزیں جن کی شارع یعنی اللہ تعالی نے اجازت دی ہے ان کو حلال کہتے ہیں۔

فقہاء کرام نے حلال کی تعریف یہ کی ہے۔

الحلال فی الشرع ما اباحه الکتاب و السنت ما اباحه اللّٰه وضده الحرام (1)

شریعت میں حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا ہے یعنی جس کی حلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہے۔ اس کی ضد حرام ہے۔

جبکہ حرام وہ ہے جس کی ممانعت کتاب وسنت سے ثابت ہو۔

فقہی اصطلاح میں حرام کی تعریف :

حرام کے معنی روکنے کے ہیں۔ حریم اس احاطہ کو کہتے ہیں جو کنویں میں کسی چیز کو گرنے سے روکے۔

اصطلاح میں وہ جس کی شارع نے قطعی طور پر ممانعت کی ہو اور جس کی خلاف ورزی کرنے والا آخرت میں سزا کا مستحق ہو اور بعض صورتوں میں دنیا میں بھی اس کے لیے سزا ہو۔

☆ریسرچ اسکالر، جامعۃ المحصنات خیر آباد

زمانہ جاہلیت میں حلال وحرام کا تصور :

اہل جاہلیت جن بہت سی باتوں میں گمراہی کا شکار ہو گئے تھے ان میں سے ایک حلال وحرام کا معاملہ بھی تھا جس میں وہ اس طرح الجھ گئے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر بیٹھے۔مشرکین اور اہل کتاب دونوں کا طرز عمل یکساں تھا۔یہ گمراہی دو انتہاؤں پر تھی-ایک انتہاءوہ جس پر ہندوستانی برہمنیت مسیحی رہبانیت اور وہ مذہبیت تھی جس کے نزدیک جسم کو اذیت دینا روا تھا اور جس نے اچھے رزق اور زینت کی چیزوں کو حرام کر دیا تھا اور بعض راہبوں کے نزدیک تو پاوں دھونا اور حمام میں داخل ہونا بھی باعث گناہ تھا۔

دوسری انتہا پر فارس کا مذہب تھا جس نے مکمل اباحیت کا نعرہ بلند کیا۔اس مذہب میں ہر چیز جائز تھی۔یہاں تک کہ عزت وحرمت بھی جس کو انسان فطرتاً مقدس مانتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں نے حلت وحرمت کا بالکل غلط معیار قائم کرر کھا تھا۔چنانچہ ان کے نزدیک شراب نوشی، سودخوری،عورتوں سے بدسلوکی اور قتل اولاد جیسی چیزیں بالکل جائز تھیں۔انہوں نے قتل اولاد جیسے شنیع فعل کو خوشنما بنانے کیلئے کچھ باتیں گھڑ لی تھیں جن کو وجہ جواز بنا کر پیش کرتے تھے مثلاًفقر وفاقہ کا اندیشہ،لڑکی کی پیدائش کا باعث عار ہونا اور اپنے معبودوں کے تقرب کے لئے اولاد کو بھینٹ چڑھانا وغیرہ۔

عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف انہوں نے اپنے جگر گوشوں کو قتل کرنا یا زندہ درگور کرنا بالکل جائز کر لیا تھا اور دوسری طرف انہوں نے کھیت اور چوپائے جیسی بہت سی پاکیزہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔اور طرفہ تماشہ یہ کہ اس حلت وحرمت کو انہوں نے اللہ کی طرف منسوب کرکے دینی حیثیت دے دی تھی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی افتراء پروازیوں کو یکسر باطل قرار دیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ-سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ (2)

''وہ کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور یہ کھیت ممنوع ہیں ان کو صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم کھلانا چاہیں اپنے زعم کے مطابق۔اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کردی گئی ہیں اور کچھ چوپایوں پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے اس پر افتراء کرتے ہوئے۔اللہ عنقریب انہیں اس افتراء پردازی کا بدلہ دے گا''۔

اسلام نے اسی گمراہی کی اصلاح کی اور اصول مرتب کئے۔

پہلا اصول: (تمام اشیاء اصلا مباح ہیں۔)

اسلام نے جو پہلا اصول مقرر کیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلا حلال اور مباح ہیں-حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت کے بارے میں صحیح اور صریح نص وارد ہوئی ہے۔لہذا اگر صحیح نص موجود نہ ہو بلکہ ضعیف ہو یا حرمت پر صریح طور سے دلالت نہ کرتی ہو تو اصل اباحت برقرار رہے گی۔علماء اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء اور نفع بخش چیزیں اصلا مباح اور جائز ہیں۔

استدلال قران کی درجہ ذیل آیات سے کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (سورہ بقرہ۔۲۹)

''وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کردیں''-(3)

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ(4)

''اس نے تمہارے لیے آسمان اور زمین کی ساری چیزیں اپنی طرف سے مسخر کردیں''۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً(5)

''تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لیے
مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اہتمام کیا ہے''-

اللہ تعالی نے سب نعمتوں کو انسان کیلئے مسخر کر کے اس پر احسان فرمایا ہے گویا کہ اسلامی شریعت میں محرمات کا دائرہ بہت تنگ ہے۔برعکس اس کے حلال کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔یہی وجہ ہے کہ حرمت کے احکام پر مشتمل نصوص جو صحیح بھی ہوں اور صریح بھی، بہت کم ہیں اور باقی تمام چیزیں جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں کوئی نص وارنہیں ہوئی ہے مباح الاصل ہیں اور ان کے سلسلے میں اللہ تعالی کی طرف سے کوئی گرفت نہیں ہے حدیث میں آیا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:"ما احل اللہ فی کتابہ فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو'فاقبلوا من اللہ عافیتہ فان اللہ لم یکن لینسی شیاء ثم تلا ھذہ الایتہ (وما کان ربک نسیا) (6)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا ہے وہ حلال ہے

اور جو کچھ حرام فرما دیا ہے وہ حرام ہے اور جس چیز سے خاموشی اختیار فرمائی ہے وہ معاف ہے۔ سو اللہ تعالی کی طرف سے دی ہوئی اس کی عافیت کو قبول کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالی کسی چیز کو بھولا نہیں کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔(وما کان ربک نسیا)''

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں قران نے سکوت اختیار کیا ہے وہ نہ حرام ہیں اور نہ اس سے روکا گیا ہے ایسی تمام چیزیں لوگوں کے لیے جائز ہیں جب تک کہ ممانعت پر دلالت کرنے والی کوئی نص سامنے نہ آجائے۔

دوسرا اصول: (تحلیل وتحریم اللہ ہی کا حق ہے)

اِتَّخَذُوا اَحۡبَارَہُمۡ وَرُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَالۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡۤا اِلٰـہًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ سُبۡحٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ۔(7)

''انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار ورھبان کو اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی' حالانکہ انہیں ایک الہ کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا وہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پاک ہے وہ ان کی مشرکانہ باتوں سے''

اَمۡ لَہُمۡ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَہُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِہِ اللّٰہُ۔(8)

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کے وہ طریقے مقرر کیے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی''

یہود ونصاری نے تحلیل وتحریم کے اختیارات احبار ورھبان کو دے رکھے تھے جس پر قران نے سخت نکیر فرمائی۔

حدیث میں ہے۔

وقد جاء عدی بن حاتم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان وان بالنصرانیت قبل الاسلام فلما سمع التی یقرا ھذہ الایتہ قال "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' انھم لم یعبدو ھم فقال بلی انھم حرموا علیھم الحلال واحلوا الھم الحرام فاتبعوھم فذالک عبادتھم ایاھم(9)

''عدی بن حاتم جنھوں نے اسلام سے پہلے نصرانیت قبول کرلی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے احبار ورھبان کی عبادت تو نہیں کی؟ آپ صلی ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ انہوں نے ان پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا تھا اور ان لوگوں نے ان کی اتباع کی' احبار وھبان کی عبادت کا یہی مطلب ہے''۔

اسی طرح قران نے تحلیل وتحریم کے معاملے میں مشرکین کے طرز عمل کو بھی غلط قرار دیا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا - قُلْ اٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۔ (10)

’’کہوتم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جورزق تمہارے لیے نازل فرمایا ہے اس میں سے تم نے کسی کوحرام اورکسی کوحلال ٹھہرالیا کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر افتراء کررہے ہو‘‘۔

ان روشن آیات اور واضح احادیث سے فقہاء اسلام نے حتمی طور پر جان لیا کہ حلت وحرمت کا اختیار اللہ وحدہ ہی کو ہے اور وہی اپنی کتاب یا رسول کی زبانی لوگوں کو حلال وحرام سے آگاہ کرتا ہے۔ (11)

تیسرا اصول: حلال کوحرام اور حرام کوحلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے۔

اسلام نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو تحلیل وتحریم کے مختار بن جاتے ہیں خاص طور سے اسلام نے حلال کوحرام کرنے والوں پر شدید گرفت کی ہے کیوں کہ اس کے نتیجے میں انسان بلاوجہ تنگی اور ضیق میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اور تعمق پسندانہ مذہبیت کا رجحان پیدا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمق وتشدد کے رجحان کو سختی سے دبایا۔ اور اس قسم کا رویہ اختیار کرنے والوں کی سخت مذمت کی۔

الاھلک المتنطعون الاھلک المتنطعون الاھلک المتنطعون"(12)

’’آگاہ ہوجاؤ کہ دین میں تعمق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہوگئے آگاہ ہوجاو کہ دین میں تعمق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہوگئے' آگاہ ہوجاو کہ دین میں تعمق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہوگئے‘‘۔

اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ بعثت بالحنفیته السمحته ’’میں اپنے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو حنیف بھی ہے اور فراخ بھی‘‘ چنانچہ یہ دین عقیدہ وتوحید کے معاملے میں حنیف اور شریعت واعمال کے معاملے میں فراخ ہے اور شرک اور حلال کوحرام کرنے کا فعل اس کی بالکل ضد ہے۔

اسی لئے قران نے مشرکین عرب کے شرک بت پرستی اور کھیتی اور چوپایوں جیسی پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلینے پر سخت نکیر کی، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام انہی کے حرام کردہ چوپائے تھے۔ قران پاک میں ارشاد ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (13)

''خدا نے نہ تو بحیرہ بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام بلکہ کافر خدا پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں اور یہ اکثر عقل نہیں رکھتے''
قران نے اس تحریم کو منکر قرار دیا اور اس قسم کی گمراہیوں میں اپنے آباء کی تقلید کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی۔

قرانی محرمات کی تعریف:

پہلا قرانی محرم: (حرمت میتة یعنی مردار کی حرمت)

میتة سے مراد وہ جانور یا پرندہ ہے جس کے حلال ہونے کے لیے شرعاً ذبح ضروری ہو اور وہ انسانی عمل جیسے ذبح یا شکار کے بغیر طبعی طور پر مر جائے۔ یہ لفظ اپنے عموم کے ساتھ اس جانور کو بھی شامل کرتا ہے جس کو چوٹ وغیرہ سے مارا گیا ہو یا غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔ اسی طرح میتة کے مصداق میں ایک حدیث کے مطابق کسی جانور کا وہ عضو بھی داخل ہے جو زندگی میں اس کے بدن سے جدا کر دیا گیا ہو۔ احناف کے نزدیک مذبوح جانور کے پیٹ سے جو مردہ بچہ نکلے وہ بھی حلال نہیں۔(14)

دوسرا قرآنی محرم: (دم مسفوح یعنی بہتا خون)

دم سے مراد، دم مسفوح یعنی وہ بہتا خون ہے جو ذبح کے وقت جانور کے جسم سے نکلتا ہے چنانچہ قرآن پاک کی رو سے یہ خون نجس و ناپاک اور حرام ہے۔ شرعی حکم کے لحاظ سے جس طرح اس کا خون پینا یعنی داخلی استعمال حرام ہے، اسی طرح اس کا بدن پر خارجی طور پر بھی اس کا استعمال جائز نہیں بلکہ ایسا خون جانوروں کو کھلانا یا پلانا یا اس کی خرید و فروخت کرنا بھی حرام ہے۔ لہذا اس سے حاصل کی ہوئی آمدنی بھی حرام ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ میں مطلقاً دم کو حرام کہا گیا ہے جس میں اس کے استعمال کی تمام صورتیں شامل ہیں۔(15)

تیسرا قرآنی محرم: (لحم الخنزیر یعنی خنزیر کا گوشت)

تیسری چیز جس کو قران پاک میں صریح طور پر حرام کہا گیا ہے وہ خنزیر ہے۔ چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اس سے مقصود لحم یعنی گوشت کی تخصیص نہیں، بلکہ اس کے تمام اجزاء، ہڈی، کھال، بال، پٹھے سب ہی باجماع امت حرام ہیں۔((16

چوتھا قرآنی محرم: (ما اھل بہ لغیر اللّٰہ یعنی غیر اللہ کے نام پر مذبوحہ جانور)

چوتھی چیز جس کو قرآن پاک میں صریح طور پر حرام کیا گیا ہے وہ "ما اھل بہ لغیر اللّٰہ" یعنی ایسا جانور ہے جس کو غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو۔ ما اھل لغیر اللہ کا صریح مصداق صرف وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا

گیا ہو۔ رہا وہ جانور جس کو تقرب الی اللہ یعنی غیر اللہ کی خوشنودی کے لیے ذبح کیا جائے' لیکن بوقت ذبح اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے (جیسے آج کل بہت سے ناواقف لوگ بزرگوں اور پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مزارات پر بکرے، مرغیاں وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر اللہ ہی کا نام پکارتے ہیں) اس طور پر مذبوحہ جانور بھی اگرچہ میتۃ اور مردار ہی ہیں۔(17)

اسباب حرمت : (حلال وحرام سے متعلق بنیادی فقہی قواعد وضوابط)

اشیاء کی حرمت کے چند اسباب یا وجوہات ہیں۔ جب بھی کوئی چیز حرام ہوتی ہے تو اس کی حرمت ان اسباب یا وجوہات میں سے کسی ایک کی بناء پر ہوتی ہے، ان وجوہات کو ہم اسباب حرمت کہہ سکتے ہیں۔ ایسے اسباب حرمت عام طور پر پانچ ذکر کئے جاتے ہیں۔ البتہ ان پر نص کے اضافے سے یہ چھ ہو جاتے ہیں اور بعض حضرات نے بطور خاص ایک ساتویں سبب حرمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ فقہاء کرام نے کسی چیز کی حرمت کے درج ذیل سات اسباب ذکر فرمائے ہیں:

نص:

یعنی کسی چیز کا نص میں صریح طور پر ممنوع قرار دیا جانا جیسے مردار، بہتا ہوا خون اور خنزیر منصوص ممانعت کی بناء پر حرام ہیں۔

مضرت:

یعنی نقصان دہ ہونا۔ جیسے مٹی پتھر وغیرہ انسانی صحت کیلئے نقصان دہ چیزوں کا استعمال مضرت کی بناء پر حرام ہے۔

اسکار:

یعنی نشہ آور ہونا۔ جیسے شراب وغیرہ نشہ اور چیزیں نشے کی وجہ سے حرام ہیں۔

خباثت:

یعنی مستقذر اور قابل نفرت ہونا۔ جیسے تھوک، پسینہ، رینٹھ اور کیڑے مکوڑے خباثت کی وجہ سے حرام ہیں۔

نجاست:

یعنی ناپاک ہونا۔ جیسے انسانی فضلات اور دیگر گندی چیزیں نجاست کی وجہ سے حرام ہیں۔

کرامت:

یعنی احترام انسانیت۔ جیسے انسانی اعضاء واجزاء کا استعمال کرامت کی وجہ سے حرام ہے۔

سبعیت یا افتراس:

یعنی جانور کا درندہ صفت اور شکاری ہونا۔ چنانچہ جانوروں اور پرندوں کے حرام قرار دیے جانے کا بنیادی سبب یہی ہے۔(18)

حرمت کے شرعی معیارات:

معیار اول: (منصوص ممانعت)

منصوص ممانعت سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی حرمت کی قرآن وسنت میں صراحت آگئی ہو۔ یہ اشیاء کو حرام قرار دینے کا سب سے اہم اور بنیادی سبب ہے۔ ایک حدیث شریف کے مطابق حرام وہی چیز ہے جس کو کتاب اللہ میں حرام قرار دیا گیا ہے اور حلال وہی چیز ہے جس کو کتاب اللہ میں حلال قرار دیا گیا ہے۔(19)

معیار دوم: (مضرت)

مضرت اسباب حرمت میں سے ایک بنیادی سبب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے معیار حرمت ہونے کی دلیل قتل نفس ،خودکشی اور اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے بارے میں وارد، وہ ممانعت اور سخت وعیدیں ہیں، جو قرآن وسنت میں کئی جگہ صراحت کے ساتھ منصوص ہیں۔ جیسے قرآن پاک میں ہے(ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکته)(20)

اور تم اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

چنانچہ فقہاء کرام غذا اور دواء کے باب میں ہی نہیں تقریبا تمام فقہی ابواب میں مضرت کو احکام شریعت کا معیار و مدار بناتے ہیں۔

معیار سوم: (اسکار)

یعنی کسی چیز کا نشہ آور ہونا: اسکار سے مراد کسی چیز کا نشہ آور ہونا ہے۔ یہ منصوص طور پر اشیاء کی حرمت کا سبب ہے جیسا کہ حدیث میں " کل مسکر " کے الفاظ میں یہ اصول صراحت کے ساتھ منصوص ہے کہ جو چیز بھی نشہ آور ہو، وہ حرام ہے۔ اس اصول کی رو سے اتنی بات پر اتفاق ہے کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال شرعا حرام ہے' چاہیے وہ نشہ آور چیز کوئی مشروب ہو یا کوئی جامد چیز۔

نشے کی تعریف: نشے کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ نشہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں انسانی دماغ پر بخارات

آجانے کی وجہ سے عقل کام چھوڑ دیتی ہے اور اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔(21)

معیار چہارم: (استخباث یا استقذار)

یعنی کسی چیز کا طبعی طور پر قابل نفرت ہونا

استخباث یا استقذار یعنی کسی چیز کا طبعی طور پر قابل نفرت ہونا بھی اشیاء کی حرمت کا ایک سبب ہے، چنانچہ یہ اصول خود قرآن پاک سے ثابت ہے کہ تمام خبیث چیزیں حرام ہیں جیسا کہ اللہ تعالی قرآن پاک میں فرماتے ہیں ''ویحرم علیھم الخبائث''، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر خبیث چیزیں حرام فرماتے ہیں۔(22)

نجاست یعنی ناپاکی:

نجاست بھی اشیاء کی حرمت کا ایک سبب ہے، چنانچہ اسی کی بنیاد پر اسلامی شریعت نے نہ صرف یہ کہ گندی چیزوں کے داخلی استعمال کو حرام قرار دے کر، نہ صرف داخلی استعمال بلکہ بیرونی طور پر بھی انسانی بدن کے ساتھ ہر قسم کے غیر ضروری اختلاط کو ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں بھی لفظ رجس آیا ہے اس کے ساتھ "فاجتنبوا" یا "فلا یقربوا" وغیرہ الفاظ کے ساتھ اس سے دوری اختیار کرنے کا حکم بھی ضرور دیا گیا ہے۔اور حدیث شریف میں بھی نجاسات سے نہ بچنے پر اس طرح سخت وعید آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

استنزھوا من البول فان عامته عذاب القبر منه"

''یعنی تم پیشاب سے بچا کرو، اس لئے کہ قبر کا عذاب عموماً اس کی وجہ سے ہوتا ہے''۔(23)

معیار ششم: (کرامت یا احترام انسانیت)

انسان فطری طور پر اطعمہ یعنی کھائی جانی والی اشیاء میں سے نہیں ہے۔اس لئے فقہاء عموما اطعمہ یا اسباب حرمت کے بیان میں کرامت کا ذکر نہیں فرماتے۔تاہم اس معنی میں کرامت یعنی انسانی احترام بھی حرمت کا ایک سبب ہے کہ اس کے پیش نظر شریعت نے انسان اور انسانی ماخوذات کا ہر طرح کا داخلی و بیرونی استعمال حرام قرار دیا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت پڑنے کا ذکر آیا ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور عورت کے بال لگاتی یا لگواتی ہیں۔(24)

معیار ہفتم: (سبعیت یا درندگی یعنی جانور اور پرندے کا شکاری ہونا)

سبعیت اور افتراس کا لفظی معنی درندگی کے ہیں، یعنی کسی جانور کا اس طور پر درندہ صفت ہونا کہ وہ دوسرے

جانداروں کو چیر پھاڑ کر یا شکار کر کے کھا جاتا ہو۔ سبعیت یا درندگی بھی اس معنی میں جانوروں کی حرمت کا معیار ہے کہ جبڑوں والے جو جانور اپنے دانتوں سے شکار کرتے ہیں۔ جیسے شیر، چیتا، لومڑی، کتا وغیرہ اور اسی طرح پنجے والے وہ پرندے جو اپنے پنجے سے زخم لگاتے اور شکار کرتے ہیں' جیسے باز، شکرہ، چیل وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ چنانچہ حنفیہ، حنابلہ، شوافع اور ظاہریہ وغیرہ جمہور حضرات کا یہی مذہب ہے۔(25)

حلال وحرام اجزائے ترکیبی:

اس وقت روزمرہ کی استعمالی اشیاء کی تیاری میں جو اجزائے ترکیبی استعمال ہو رہے ہیں، ان میں حرام ناپاک اور مشکوک اجزاء کا شامل ہونا تو اب مخفی نہیں رہا۔ مگر دینی و اسلامی احکام سے غفلت و دوری، قانونی گرفت کی کمزوری اور سرٹیفیکیشن کا باقاعدہ نظام نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بہت کم لوگ ہیں جو اپنی مصنوعات کی تیاری میں حلال ذرائع سے حاصل شدہ اجزاء کے استعمال کا اہتمام کرتے ہیں۔ عوام کی اکثریت بھی حلال مصنوعات کا مطالبہ نہیں کر رہی اور غیر مسلم ممالک سے آنے والی ایسی مشکوک مصنوعات کا بے دھڑک استعمال کر رہی ہے۔ اس وقت تک پچاس کے لگ بھگ جتنے مشکوک اجزائے ترکیبی سامنے آئے ہیں، ایک آدھ کے علاوہ تقریباً سب ہی ایسے ہیں جن کو حلال وحرام دونوں طرح کے ذرائع سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے جس مصنوع پر ایسے مشکوک اجزاء کا نام درج ہو اگرچہ اس کو حرام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ تاہم مسلمانوں کو چاہئے ایسی مصنوعات کے مشکوک ہونے کی وجہ سے ان سے بچنے کا اہتمام کریں، تاکہ غیر شعوری طور پر حرام اشیاء کے استعمال میں پڑ کر ان کے وبال اور مضر اثرات سے بچا جاسکے۔(26)

اہم اجزائے ترکیبی کی تحقیق:

جیلاٹن اور اس میں انقلاب ماہیت:

جیلاٹن ایک کثیر الاستعمال جزو ترکیبی ہے چنانچہ آج کل جیلاٹن بکثرت کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ٹافیوں، آئس کریم، ڈیزرٹ (کھانے کے بعد دی جانے والی میٹھی چیزوں) دواوں، کاسمیٹکس، دہی اور فوٹو گرافی کے آلات وغیرہ میں جیلاٹن کا استعمال بہت عام ہے۔ جیلاٹن اگرچہ خنزیر، گائے، مچھلی، اور سبزیوں وغیرہ مختلف ذرائع سے ہو سکتا ہے تاہم آج کل اس کی کل پیداوار کا 44 فیصد خنزیر کی کھال سے حاصل ہوتا ہے اور 57 فیصد گائے کی ہڈیوں اور کھال سے۔ نیز دنیا بھر میں اس کی کل پیداوار کا 78 فیصد امریکہ اور یورپ پیدا کرتے ہیں۔ ایسے میں یہ بات ظاہر ہے کہ درآمد شدہ